مکمل ناول



نمرہ احمد

نمل

فارس غازی انٹیلی جنس کے اعلا عہدے پر فائز تھا۔ فارس غازی اپنے سوتیلے بھائی وارث غازی اور اپنی بیوی کے قتل کے الزام میں چار سال سے جیل میں قید ہے۔ سعدی یوسف غازی کا بھانجا ہے جو اپنے ماموں فارس غازی سے جیل میں ہر ہفتے ملنے آتا ہے۔

سعدی یوسف تین بہن بھائی ہیں' ان کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ سعدی یوسف کی والدہ نے کڑی مشقت کرکے بچوں کی پرورش کی ہے' حنین اور اسامہ' سعدی سے چھوٹے ہیں۔ ان کی والدہ ایک چھوٹا سا ریسٹورنٹ چلاتی ہیں۔ زمر سعدی یوسف کی پھپھو ہے۔ وہ چار سال قبل فائرنگ کے ایک واقعہ میں زخمی ہو جاتی ہے۔ فائرنگ کا الزام فارس غازی پر ہے۔ فارس غازی کو شک تھا کہ اس کی بیوی اس کے بھائی کے ساتھ انوالو ہے۔ اس نے جب فائرنگ کی تو زمر اس کی بیوی کے ساتھ تھی فائرنگ کے نتیجہ میں بیوی مرجاتی ہے اور زمر شدید زخمی ہو جاتی ہے۔ ایک انگریز عورت اپنا گردہ دے کر اس کی جان بچاتی ہے۔ فارس غازی' سعدی یوسف کا ماموں ہے۔ اسے یقین ہے کہ اس کا ماموں بے گناہ ہے۔ اسے پھنسایا گیا ہے۔ اس لیے وہ اسے بچانے کی کوشش کرتا ہے' جس کی بنا پر زمر اپنے بھتیجے سعدی یوسف سے بدظن ہو جاتی ہے۔ بدظن ہونے کی ایک اور بڑی وجہ یہ ہے کہ زمر جب موت و زندگی کی کشمکش میں ہوتی ہے تو سعدی اس کے پاس نہیں ہوتا۔ وہ اپنی پڑھائی اور امتحان میں مصروف ہوتا ہے۔

جواہرات کے دو بیٹے ہیں۔ ہاشم کاردار اور نوشیرواں۔

ہاشم کاردار بہت بڑا وکیل ہے۔۔۔ ہاشم اور اس کی بیوی شہرین کے درمیان علیحدگی ہو چکی ہے۔ ہاشم کاردار کی ایک بیٹی سونیا ہے۔ جس سے وہ بہت محبت کرتا ہے۔ ہاشم سونیا کی سالگرہ دھوم دھام سے منانے کی تیاریاں کر رہا ہے۔

فارس غازی' ہاشم کاردار کی پھپھو کا بیٹا ہے۔ جیل جانے سے پہلے وہ ہاشم کے گھر میں' جس میں اس کا بھی حصہ ہے'



رہائش پذیر تھا۔ فارس غازی کے جیل جانے کے بعد اس کا پورشن مقفل ہے۔
سعدی یوسف کے لیے وہ دن خوشیوں سے بھرپور تھا جب اسے فارس غازی کے رہا ہونے کی خبر ملتی ہے۔
ہاشم نے یہ خبر سن کر عہد کیا کہ اگر اس میں سعدی کا ہاتھ ہے تو اسے اس کا حساب دینا ہوگا۔ فارس غازی جیل سے نکلتا ہے تو سعدی یوسف ان کا منتظر ہوتا ہے۔ فارس اس سے قبرستان چلنے کو کہتا ہے۔ قبرستان جا کر فارس دو قبروں پر فاتحہ پڑھتا ہے۔ وہ گاڑی سے اترتے ہوئے سعدی کا موبائل لے لیتا ہے۔ قبرستان میں وہ کسی کو فون کر کے کوئی ہتھیار منگواتا ہے۔
ہاشم کاردار' زمر کو اپنی بیٹی سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دینے کے ساتھ سعدی کا کارڈ بھی زمر کو دے دیتا ہے۔
زمر کے والد کو اپنے پوتے سعدی یوسف سے بہت محبت ہے۔ وہ زمر سے کہتے ہیں 'سعدی کو شکریہ پرورش کرنے ان کے گھر جائے۔ وہ پھول لے کر کارڈ دینے سعدی کے گھر جاتی ہے۔ زمر کو دیکھ کر سعدی کے ساتھ تمام گھر والے حیران ہو جاتے ہیں۔ زمر' سعدی کو سونیا کی سالگرہ کا کارڈ دیتی ہے۔
زمر کے جانے کے بعد سعدی نے ہاتھ میں پکڑے سیاہ اور سنہرے کارڈ کو دیکھا۔ اسی وقت ایک منظر اس کی آنکھوں کے سامنے جھلملایا۔ اس نے ہوٹل میں ہاشم کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگایا تھا۔ وہ اس کے لیپ ٹاپ سے ڈیٹا حاصل کرنا چاہتا تھا۔ سعدی نے جب بیگ سے ٹیبلٹ نکالا تو اسے پریس کرنے کے بعد اسکرین پہ پیغام آیا کہ آپ کی ڈیوائس کو ایک ہارڈ ڈرائیو ملی ہے "کیا آپ سارا ڈیٹا کاپی کرنا چاہیں گے؟" سعدی نے مسکراتے ہوئے "یس" دبایا۔ اسکرین پہ دوسرا پیغام دیکھ کر سعدی کی مسکراہٹ غائب ہو گئی۔
اسکرین پہ پیغام جل بجھ رہا تھا کہ "پاس ورڈ داخل کریں" سعدی کے پاس 'پاس ورڈ نہیں تھا۔
سعدی یوسف' ہاشم کاردار کی سابقہ بیوی شہرین سے ایک شاپنگ مال میں مل کر کہتا ہے۔ مجھے آپ سے ہاشم بھائی کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ چاہیے۔ شہرین' سعدی سے کہتی ہے کہ "تم کیا کرنے جا رہے ہو؟" سعدی زخمی مسکراہٹ کے ساتھ کہتا ہے کہ "ہاشم بھائی نے جو ہم سے چرایا تھا' میں وہ واپس چرانے جا رہا ہوں۔"
شہرین نوشیرواں کے پاس جا کر کہتی ہے کہ سونیا کو اس کی اور ہاشم کی ہنی مون کی پکچرز چاہئیں۔ یہ جھوٹ بول کر نہایت چالاکی سے شہرین نوشیرواں سے ہاشم کے لیپ ٹاپ کا پاس ورڈ حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتی ہے۔

حنین یوسف پر اس کی دوست کی وجہ سے کمرۂ امتحان میں نقل کا الزام لگتا ہے ٹیچرز حنین سے کہتی ہیں کہ اس پر کیس بنے گا اور وہ تین سال تک پیپرز نہیں دے سکتی۔ وہ حنین کو آفس میں بٹھا کر چلی جاتی ہیں تو حنین کی نظر میز پہ سپرنٹنڈنٹ کے پرس کے ساتھ رکھے موبائل پر پڑتی ہے۔ حنین موبائل اٹھا کر دھڑکتے دل سے ہاشم کا نمبر ملا کر اسے تمام صورت حال سے آگاہ کرتی ہے۔ ہاشم کچھ دیر بعد ہی امتحانی مرکز میں پہنچ جاتا ہے اور کمال ہوشیاری سے حنین کو مشکل وقت سے نہ صرف نکلواتا ہے بلکہ حنین کو پیپر مکمل کرنے کے لیے ٹیچرز سے ایکسٹرا ٹائم بھی دلواتا ہے۔
پیپر دینے کے بعد حنین ہاشم کا شکریہ ادا کرتی ہے اور ہاشم سے کہتی ہے۔ کہ سعدی بھائی کو اس معاملے کے بارے میں مت بتائیے گا۔ ہاشم حنین سے پارٹی میں آنے کا پوچھتا ہے۔ جس پر حنین کہتی ہے کہ پارٹی میں ہم سب آئیں گے۔
قصر کے سبزہ زار میں سیاہ شام سنہرے تاروں کے ساتھ جلوہ گر تھی۔ روشنیاں' قہقہے' سیاہ اور سنہری امتزاج سے سجی سونیا کی سالگرہ کی تقریب کی رونق عروج پر تھی۔
حنین سنہری فراک میں جبکہ سعدی' نسیم اور زمر سیاہ سوٹ میں ملبوس تقریب میں شریک تھے۔ شہرین ان کی میز کے پاس آ کر زمر کو ڈی اے کہہ کر پکارتی ہے اور سعدی سے رسمی سا حال احوال پوچھ کر کمال مہارت سے نیپ پکڑا کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔ سعدی نیپ کو کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھ کر سوچتا ہے کہ آدھا کام ہو گیا مگر ابھی پاس ورڈ لینا باقی ہے۔
جواہرات دو' تین خواتین کے ساتھ سعدی اور زمر کی میز کی طرف آتی ہے۔ جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کا تعارف کرواتی ہے پھر سعدی یوسف کا تعارف بھی کروا کر سعدی سے کہتی ہے کہ وہ اپنا شجرہ نسب ان خواتین کو بتائے۔ نوشیرواں

تھوڑے فاصلے پر کھڑا تند نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہا تھا۔ سعدی سمجھ جاتا ہے کہ جواہرات اس وقت نوشیرواں کی بے عزتی کا بدلہ اتار رہی ہے پھر سعدی اپنا شجرہ نسب ایسا بتاتا ہے کہ جس سے نوشیرواں کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور جواہرات کے چہرے کا رنگ اڑ جاتا ہے اسی دوران جواہرات اپنی فرینڈز سے زمر کے سابقہ منگیتر حماد کا ذکر چھیڑ دیتی ہے 'جس کی وجہ سے زمر دل برداشتہ ہو جاتی ہے۔
شہرین بڑی ہوشیاری سے سعدی کو پاس ورڈ بتا دیتی ہے۔
دوسری جانب زمر کا گیسٹ روم میں فارس سے سامنا ہو جاتا ہے فارس کو دیکھ کر زمر غصے میں باہر کی طرف جاتی ہے۔
پاس ورڈ ملنے کے سعدی ہاشم کے کمرے میں جا کر اس کے لیپ ٹاپ پہ فلیش ڈرائیو لگا کر ڈیٹا کاپی کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔

چیف سیکیورٹی آفیسر خاور ہاشم کو اس کے کمرے کی فوٹیج دکھاتا ہے جس میں سعدی کمرے میں جاتے ہوئے نظر آتا ہے' ہاشم خاور کے ساتھ بھاگتا ہوا کمرے میں پہنچتا ہے' لیکن سعدی پکڑ میں آئے بغیر وہاں سے نکلنے میں کامیاب ہو جاتا ہے۔
ہاشم غصے میں خاور سے کہتا ہے کہ سعدی جیسے ہی ایگزٹ پر پہنچے' اسے روکو۔ جبکہ ملازمہ فیونا ہاشم کے کہنے پہ جان بوجھ کر سعدی سے ٹکراتی ہے اور اس کے کوٹ میں نیکلس ڈال کر معذرت کرتی ہوئی آگے بڑھ جاتی ہے۔
جیسے ہی زمر' سعدی' حنین اور نسیم گھر جا رہے ہوتے ہیں تو خاور انہیں روک کر بتاتا ہے کہ مسز جواہرات کا نیکلس چوری ہو گیا ہے' زمر غصے میں خاور سے کہتی ہے کہ یہ میری فیملی کے بچے ہیں' ان کی تلاشی لینے سے پہلے میری تلاشی لینا ہو گی۔ اس دوران ہاشم بھی وہاں آ جاتا ہے اور پھر بگڑتی صورت حال دیکھ کر انہیں جانے دیتا ہے۔
ریسٹورنٹ کا بل دینے کے لیے سعدی حنین سے اپنے کوٹ سے والٹ نکالنے کو کہتا ہے' حنین کے ہاتھ میں والٹ کے بجائے نیکلس آ جاتا ہے۔ زمر کی نگاہیں نیکلس کو دیکھ کر ٹھہر جاتی ہیں' زمر غصے میں سعدی کو کہتی ہے اسے گھر ڈراپ کر دے۔
ہاشم کو پتا چل جاتا ہے کہ سعدی اس کے کمرے میں لیپ ٹاپ سے ڈیٹا کاپی کرنے آیا تھا اور شیرین نے نوشیرواں کو استعمال کر کے پاس ورڈ سعدی کو دیا تھا۔
دوسری جانب بڑے ابا زمر کو یہ بتا دیتے ہیں کہ زمر کو کسی یورپین خاتون نے نہیں بلکہ سعدی نے گردہ دیا تھا۔ یہ سن کر زمر کو بے حد دکھ ہوتا ہے۔

زمر سعدی کے ریسٹورنٹ جاتی ہے اور اسے کہتی ہے کہ بڑے ابا نے اسے بتا دیا ہے کہ اسے گردہ کسی خاتون نے نہیں بلکہ اس نے دیا ہے۔ اسی دوران فارس وہاں آ جاتا ہے جسے دیکھ کر زمر نفرت آمیز نگاہ فارس پر ڈال کر وہاں سے چلی جاتی ہے۔
سعدی بہت دنوں بعد آفس جاتا ہے اور اپنی باس سارہ کو فیلڈ رپورٹ دے کر کہتا ہے کہ اس نے کام مکمل کر لیا ہے' اور مالدیپ جانے کی تیاری بھی مکمل کر لی ہے۔
مرحوم ذوالفقار یوسف کے گھر میں سعدی کے دادا' پھپھو زمر' والدہ اور بہن بھائی خوش گپیوں میں مصروف تھے۔ اسی دوران حنین سعدی کے کمرے میں جاتی ہے تو وہاں سعدی کے کھلے لیپ ٹاپ کے اسکرین پہ چلتے نمبرز دیکھ کر حیران ہوتی ہے سعدی جلدی سے آ کر لیپ ٹاپ میں اپنا ایک ہاتھ مار کر بند کر دیتا ہے۔
ہاشم سعدی سے ملاقات کا کہتا ہے۔ وہ ہاشم کو ٹالنے کے لیے ہاں کہہ دیتا ہے۔
نوشیرواں ایک بار پھر ڈرگز لینے لگتا ہے اس بات پر جواہرات فکر مند ہے۔
حنین اپنے اور نسیم کے مشترکہ کمرے میں آتی ہے جب الماری کھولتی ہے تو اس کی نظر سنہری مخملیں ڈبے پر پڑتی ہے تو اس کے اندر ایک لاکٹ رکھا تھا۔ اس کی زنجیر میں سیاہ ہیرے کی شکل کا پتھر پرویا تھا جس کے اوپر سنہرے حروف میں "ہینس ایور آفٹر" کندہ تھا۔ یہ سعدی کی چین کا جڑواں تھا۔
سعدی زمر سے ایک رشتے دار کی شادی میں جانے کا پوچھتا ہے۔ جس میں زمر کا سابق منگیتر حماد بھی آئے گا۔ زمر سعدی

سے کہتی ہے کہ اگر وقت ملا تو وہ شادی میں جائے گی یہ بات جب بڑے ابا کو پتا چلتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔
سارہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ فارس آجاتا ہے۔ فارس سارہ سے پوچھتا ہے کہ کیا اس کے خیال میں اس نے ہی وارث کو قتل کیا تھا؟ سارہ جواب میں کہتی ہے کہ اسے یقین ہے کہ اسے پھنسایا گیا تھا۔
ہاشم کی سیکریٹری کال کرکے اسے بتاتی ہے کہ آج سعدی اپنی مصروفیت کی بنا پر نہیں آرہا۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ سعدی کو جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملے گا' وہ اس سے ملاقات کو یونہی ٹالتا رہے گا۔
ہاشم سعدی کو فون کرتا ہے کہ کیا ہم اچھے وقتوں میں واپس جاسکتے ہیں! جب تم مجھے دل سے ہاشم بھائی کہتے تھے۔ ہاشم کی بات پہ سعدی "شاید نہیں" کہہ کر کال کاٹ دیتا ہے۔
دوسری طرف سعدی لیپ ٹاپ پہ فائلز کھولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن فائلز ڈیمیج ہوجاتی ہیں۔ سعدی پریشان ہو کر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔ اس وقت سعدی اپنے ماضی کے اچھے وقتوں کی یادوں میں کھو جاتا ہے۔ وہ سب باتیں یاد آنے لگتی ہیں جب ہاشم کو دل سے بھائی کہتا تھا اور جواہرات کے دل میں اس نے کس طرح اپنی جگہ بنائی تھی اور نوشیرواں سے بھی اس کی اس وقت دوستی ہوگئی تھی۔ ماضی کے تمام واقعات ایک ایک کرکے سعدی کے سامنے کسی کہانی کے کرداروں کی طرح گھوم رہے تھے۔
سعدی حنین کو بتاتا ہے کہ وہ گیم کے ہائی اسکورز کی فہرست میں پہلے نمبر پر نہیں ہے' حنین حیران ہو کر اپنی گیم والی سائٹ کھول کر دیکھتی ہے تو پہلے نمبر "آنٹس ایور آفٹر" (Ants ever after) لکھا ہوتا ہے وہ علیشا ہے در جینیا سے۔ حنین کی علیشا سے دوستی ہوجاتی ہے۔
سعدی نے ہاشم کے کمپیوٹر سے جو فائلز لی تھیں' وہ انہیں اپ سیٹ نہیں کرپاتا' وہ ڈیٹا تباہ ہوجاتا ہے۔
ایک رشتے دار کی شادی کی تقریب میں زمر اور سعدی کی فیملی کے ساتھ زمر کے سابق منگیتر حماد اور اس کی بیوی کرن بھی آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کرن زمر کو دیکھ کر اپنی کزن سے زمر کے بارے میں ایسی باتیں کرتی ہے جسے سن کر زمر کو بہت دکھ ہوتا ہے۔
اسی دوران سعدی کی والدہ ندرت زمر کو سعدی کے لیے لڑکی دکھاتی ہیں۔ زمر کو وہ لڑکی اچھی لگتی ہے۔
سیم ندرت سے کہتا ہے کہ اگر لڑکی والوں نے رشتہ دینے سے انکار کردیا تو؟
اس پر زمر کہتی ہے کہ کیوں انکار کریں گے کوئی وجہ بنتی ہے کیا؟ اس بات پر حنین بے ساختہ کہتی ہے۔
"بغیر وجہ کے بھی انکار ہوجاتے ہیں جیسے آپ نے فارس ماموں کے رشتے سے انکار کیا تھا۔" یہ سن کر زمر بالکل ساکت کاموش رہ جاتی ہے۔

درحقیقت زمر کو فارس کے رشتے کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں تھا کہ کب رشتہ مانگا گیا تھا؟ کب انکار ہوا؟
زمر کے ذہن میں یہ بات آتی ہے فارس نے اس سے ٹھکرائے جانے کا انتقام تھا۔
زمر بصیرت صاحب کو فون کرکے کہتی ہے کہ اسے ایک کیس فائل چاہیے۔
"سرکار بنام فارس غازی۔"

چھٹی قسط

پانی سے گاڑھا

اور دنیا کے پہلے قاتل کو سزا
سنائی تھی خود منصف اعلیٰ نے
کیا وہ موت تھی؟
نہیں!

بلکہ وہ "زندگی" تھی...
اور کہہ دیا تھا خدا نے کہ...
اے قابیل!
تم پھوگے زمین میں
مفرور' بدنصیب' نشان زدہ ہو کر

اور تمہاری پیشانی کے نشان سے پہچان لے گا
تمہیں ہر ملنے والا
اور یہ بھی فرمایا کہ
(کوئی قتل نہ کرے قابیل کو کیونکہ)
جو کوئی قتل کرے گا قابیل کو
میں اسے خود سزا دوں گا
سات گنا زیادہ...

("ہنریلانگ فیلو" کی تحریر "ٹیبل ٹاک" سے ماخوذ)

جواہرات بالکل سن سی ہوئی زمر کو دیکھ رہی تھی۔ گو کہ وہ یہی چاہتی تھی کہ زمر فارس سے انتقام لے' مگر پھر بھی اتنا تیزی سے ہوتا سب کچھ اسے مضطرب کر رہا تھا۔ اس نے بظاہر مسکرا کر سامنے دیکھا' جہاں شادی کا فنکشن اور روشنیاں نظر آرہی تھیں' اور حماد اور کرن بھی۔
"آف کورس! میں تمہاری مدد کروں گی' لیکن یہ انتقام فارس سے ہے یا خود اپنے آپ سے؟"
"اگر پہلا پورا ہو جائے تو دوسرا بھی قبول ہے مجھے۔" زمر بھی سپاٹ نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔
"کیا تم اس کا مقدمہ ری اوپن نہیں کرسکتیں؟ اگر عدالت اس کو سزا دے تو زیادہ بہتر..."
"آپ میری مدد کریں گی یا میں کسی اور کے پاس جاؤں؟ آپ کو یاد ہوگا' آپ نے میرے پاس آکر مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر کبھی میرا ارادہ بدلا تو آپ میرے انتقام میں میری مدد کریں گی۔" اس نے سرد' سپاٹ سے انداز میں اسے دیکھا تو جواہرات فوراً" مسکرائی۔ آگے بڑھ کر نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔
"شیور' میں اپنی بات پہ قائم ہوں۔ یہ سب قدرتی طریقے سے ہوگا' وہ بہت جلد تمہارے گھر تمہارا رشتہ لینے آئے گا' بس تم اس امر کو یقینی بنانا کہ تمہارے والد انکار نہ کریں۔"

"تھینکس۔" زمر کا لہجہ ٹھنڈا تھا۔ جواہرات خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی۔ وہ ذہن میں ایک نیا لائحہ عمل ترتیب دے رہی تھی۔
فنکشن اب اپنے اختتام کی جانب رواں دواں تھا۔ سعدی' حنین کے ساتھ خاموشی سے بیٹھا گاہے بگاہے' دور کھڑی' ہلکی آواز میں باتیں کرتی زمر اور جواہرات پہ نظر ڈال لیتا۔ جواہرات نے اسے خود کو دیکھتا پایا تو نزاکت سے مسکرائی... سعدی جبراً" مسکرایا اور رخ پھیرا تو حنین پہ نظر پڑی' وہ گردن ذرا موڑ کر دور ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں ناپسندیدگی ابھری۔ چہرہ حنین کے قریب کیا۔
"آئندہ ان سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے' نہ ہی ان کی کسی بات کا اعتبار کرنا۔" حنین نے چونک کر اسے دیکھا' قدرے دل گرفتی سے۔ "وہ جھوٹ نہیں کہہ رہے تھے' ان کو واقعی افسوس ہے۔" قدرے رکی۔ "ان کو علیشا کے لیے واقعی افسوس ہے۔"
"جانے بھی دو حنین!" وہ بے زار سا پیچھے ہوا' پھر وہاں سے اٹھ آیا۔ ہال کے کونے میں کھلتے دروازے پہ وہ رکا' وہ مردوں کے لیے مختص ریسٹ رومز تھے۔ اندر شیشے سے ڈھکی دیوار اور سامنے لگے بیسن کی قطار' اس کے آگے باتھ رومز تھے۔
سعدی ایک بیسن کے سامنے آکھڑا ہوا' نل کھولا' چہرے پہ چھینٹے مارے' نل بند کیا۔ ساتھ رکھے ٹشو اٹھائے' ہاتھ صاف کیے' چہرہ اٹھایا تو ٹھٹک کر رکا۔

آئینے میں اپنے عقب میں ہاشم کھڑا نظر آرہا تھا۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے' فل کوٹ کا بٹن بند' نرمی سے (بغیر مسکراہٹ کے) اسے دیکھتا۔
"تم میرے آفس نہیں آئے' میری سیکریٹری نے دوبارہ تمہیں فون کیا مگر تم نے نہیں اٹھایا۔"
"میں مصروف تھا۔" وہ سر جھکائے' ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔ ہاشم سوچتی ہوئی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

سے کہتی ہے کہ اگر وقت ملا تو وہ شادی میں جائے گی یہ بات جب بڑے ابا کو پتا چلتی ہے تو وہ بہت خوش ہوتے ہیں۔

سارہ آفس جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی کہ فارس آجاتا ہے۔ فارس سارہ سے پوچھتا ہے کہ کیا اس کے خیال میں اس نے ہی وارث کو قتل کیا تھا؟ سارہ جواب میں کہتی ہے کہ اسے یقین ہے کہ اسے پھنسایا گیا تھا۔

ہاشم کی سیکریٹری کال کرکے اسے بتاتی ہے کہ آج سعدی اپنی مصروفیت کی بنا پر نہیں آرہا۔ وہ سمجھ جاتا ہے کہ سعدی کو جب تک کوئی ٹھوس ثبوت نہیں ملے گا' وہ اس سے ملاقات کو یونہی ٹالتا رہے گا۔

ہاشم سعدی کو فون کرتا ہے کہ کیا ہم اچھے وقتوں میں واپس جاسکتے ہیں! جب تم مجھے دل سے ہاشم بھائی کہتے تھے۔ ہاشم کی بات پہ سعدی "شاید نہیں" کہہ کر کال کاٹ دیتا ہے۔

دوسری طرف سعدی لیپ ٹاپ پہ فائلز کھولنے کی کوشش کرتا ہے لیکن فائلز ڈیمج ہوجاتی ہیں۔ سعدی پریشان ہوکر سر دونوں ہاتھوں میں تھام لیتا ہے۔ اس وقت سعدی اپنے ماضی کے اچھے وقتوں کی یادوں میں کھوجاتا ہے۔ وہ سب باتیں یاد آنے لگتی ہیں جب ہاشم کو دل سے بھائی کہتا تھا اور جواہرات کے دل میں اس نے کس طرح اپنی جگہ بنائی تھی اور نوشیرواں سے بھی اس کی اس وقت دوستی ہوگئی تھی۔ ماضی کے تمام واقعات ایک ایک کرکے سعدی کے سامنے کسی کہانی کے کرداروں کی طرح گھوم رہے تھے۔

سعدی حنین کو بتاتا ہے کہ وہ گیم کے ہائی اسکورز کی فہرست میں پہلے نمبر پر نہیں ہے' حنین حیران ہوکر اپنی گیم والی سائٹ کھول کر دیکھتی ہے تو پہلے ممبر "آنٹس ایور آفٹر" (Ants ever after) لکھا ہوتا ہے وہ علیشا ہے در جینیا سے۔ حنین کی علیشا سے دوستی ہوجاتی ہے۔

سعدی نے ہاشم کے کمپیوٹر سے جو فائلز لی تھیں' وہ انہیں اپ ڈیٹ نہیں کرپاتا' وہ ڈیٹا تباہ ہوجاتا ہے۔

ایک رشتے دار کی شادی کی تقریب میں زمر اور سعدی کی فیملی کے ساتھ زمر کے سابق منگیتر حماد اور اس کی بیوی کرن بھی آئے ہوئے ہوتے ہیں۔ کرن زمر کو دیکھ کر اپنی کزن سے زمر کے بارے میں ایسی باتیں کرتی ہے جسے سن کر زمر کو بہت دکھ ہوتا ہے۔

اسی دوران سعدی کی والدہ ندرت زمر کو سعدی کے لیے لڑکی دکھاتی ہیں۔ زمر کو وہ لڑکی اچھی لگتی ہے۔

سیم ندرت سے کہتا ہے کہ اگر لڑکی والوں نے رشتہ دینے سے انکار کردیا تو؟

اس پر زمر کہتی ہے کہ کیوں انکار کریں گے کوئی وجہ بنتی ہے کیا؟ اس بات پر حنین بے ساختہ کہتی ہے۔

"بغیر وجہ کے بھی انکار ہوجاتے ہیں جیسے آپ نے فارس ماموں کے رشتے سے انکار کیا تھا۔" یہ سن کر زمر بالکل ساکت کا موش رہ جاتی ہے۔

درحقیقت زمر کو فارس کے رشتے کے بارے میں کچھ بھی علم نہیں تھا کہ کب رشتہ مانگا گیا تھا؟ کب انکار ہوا؟

زمر کے ذہن میں یہ بات آتی ہے فارس نے اس سے ٹھکرائے جانے کا انتقام تھا۔

زمر بصیرت صاحب کو فون کرکے کہتی ہے کہ اسے ایک کیس فائل چاہیے۔

"سرکار بنام فارس غازی۔"

چھٹی قسط

پانی سے گاڑھا

اور دنیا کے پہلے قاتل کو سزا
سنائی تھی خود منصف اعلیٰ نے
کیا وہ موت تھی؟
نہیں!

بلکہ وہ "زندگی" تھی....
اور کہہ دیا تھا خدا نے کہ....
اے قاتیل!
تم پھوگے زمین میں
مفرور' بدنصیب' نشان زدہ ہوکر

اور تمہاری پیشانی کے نشان سے پہچان لے گا
تمہیں ہر ملنے والا
اور یہ بھی فرمایا کہ
(کوئی قتل نہ کرے قاتیل کو کیونکہ)
جو کوئی قتل کرے گا قاتیل کو
میں اسے خود سزا دوں گا
سات گنا زیادہ....

("ہنریلانگ فیلو" کی تحریر "ٹیبل ٹاک" سے ماخوذ)

جواہرات بالکل سن سی ہوئی زمر کو دیکھ رہی تھی۔ گو کہ وہ یہی چاہتی تھی کہ زمر فارس سے انتقام لے مگر پھر بھی اتنا تیزی سے ہوتا سب کچھ اسے مضطرب کر رہا تھا۔ اس نے بظاہر مسکرا کر سامنے دیکھا' جہاں شادی کا فنکشن اور روشنیاں نظر آرہی تھیں' اور حماد اور کرن بھی۔

"آف کورس! میں تمہاری مدد کروں گی' لیکن یہ انتقام فارس سے ہے یا خود اپنے آپ سے؟"

"اگر پہلا پورا ہوجائے تو دوسرا بھی قبول ہے مجھے۔" زمر بھی سپاٹ نظروں سے سامنے دیکھ رہی تھی۔

"کیا تم اس کا مقدمہ ری اوپن نہیں کرسکتیں؟ اگر عدالت اس کو سزا دے تو زیادہ بہتر...."

"آپ میری مدد کریں گی یا میں کسی اور کے پاس جاؤں؟ آپ کو یاد ہوگا' آپ نے میرے پاس آکر مجھے پیش کش کی تھی کہ اگر کبھی میرا ارادہ بدلا تو آپ میرے انتقام میں میری مدد کریں گی۔" اس نے سرد' سپاٹ سے انداز میں اسے دیکھا تو جواہرات فوراً" مسکرائی۔ آگے بڑھ کر نرمی سے اس کا ہاتھ دبایا۔

"شیور' میں اپنی بات پہ قائم ہوں۔ یہ سب قدرتی طریقے سے ہوگا' وہ بہت جلد تمہارے گھر تمہارا رشتہ لینے آئے گا' بس تم اس امر کو یقینی بنانا کہ تمہارے والد انکار نہ کریں۔"

"تھینکس۔" زمر کا لہجہ ٹھنڈا تھا۔ جواہرات خاموشی سے سامنے دیکھنے لگی۔ وہ ذہن میں ایک نیا لائحہ عمل ترتیب دے رہی تھی۔

فنکشن اب اپنے اختتام کی جانب رواں دواں تھا۔ سعدی' حنین کے ساتھ خاموشی سے بیٹھا گاہے بگاہے' دور کھڑی' ہلکی آواز میں باتیں کرتی زمر اور جواہرات پہ نظر ڈال لیتا۔ جواہرات نے اسے خود کو دیکھتا پایا تو نزاکت سے مسکرائی.... سعدی جبراً" مسکرایا اور رخ پھیرا تو حنین پہ نظر پڑی' وہ گردن ذرا موڑ کر دور ہاشم کو دیکھ رہی تھی۔ آنکھوں میں ناپسندیدگی ابھری۔ چہرہ حنین کے قریب کیا۔

"آئندہ ان سے زیادہ بات کرنے کی ضرورت نہیں ہے' نہ ہی ان کی کسی بات کا اعتبار کرنا۔" حنین نے چونک کر اسے دیکھا' قدرے دل گرفتی سے۔ "وہ جھوٹ نہیں کہہ رہے تھے' ان کو واقعی افسوس ہے۔" قدرے رکی۔ "ان کو علیشا کے لیے واقعی افسوس ہے...."

"جانے بھی دو حنین!" وہ بےزار سا پیچھے ہوا' پھر وہاں سے اٹھ آیا۔ ہال کے کونے میں کھلتے دروازے پہ وہ رکا' وہ مردوں کے لیے مختص ریسٹ رومز تھے۔ اندر شیشے سے ڈھکی دیوار اور سامنے لگے بیسن کی قطار' اس کے آگے باتھ رومز تھے۔

سعدی ایک بیسن کے سامنے آکھڑا ہوا' نل کھولا' چہرے پہ چھینٹے مارے' نل بند کیا۔ ساتھ رکھے ٹشو اٹھائے' ہاتھ صاف کیے' چہرہ اٹھایا تو ٹھٹک کر رکا۔

آئینے میں اپنے عقب میں ہاشم کھڑا نظر آرہا تھا۔ دونوں ہاتھ پینٹ کی جیبوں میں ڈالے' فلیٹ کوٹ کا بٹن بند' نرمی سے (بغیر مسکراہٹ کے) اسے دیکھتا۔

"تم میرے آفس نہیں آئے' میری سیکرٹری نے دوبارہ تمہیں فون کیا مگر تم نے نہیں اٹھایا۔"

"میں مصروف تھا۔" وہ سر جھکائے' ہاتھ صاف کرتے ہوئے بولا۔ ہاشم سوچتی ہوئی نظروں سے اس کا چہرہ دیکھتا رہا۔

"کیا اس ہفتے آؤ گے؟"

"جی' آؤں گا۔ مجھے اور آپ کو بات کرنے کی واقعی ضرورت ہے۔" ٹشو ٹوکری میں پھینک کر سعدی سنجیدگی سے کہتے ہوئے مڑا۔

"تمہارے پاس کچھ ہے سعدی جو میرا ہے' تمہیں چاہیے کہ تم مجھے وہ پرامن طریقے سے لوٹا دو۔"

"نہیں تو کیا کریں گے آپ؟" سعدی قدم قدم چلتا اس کے سامنے آیا' اور اس کی آنکھوں میں دیکھا۔

ہاشم یک ٹک اسے دیکھتا رہا۔ سات سال پہلے جس معصوم لڑکے سے وہ ملا تھا' وہ یہ نہیں تھا۔ ہاشم کے ماتھے پہ بل آئے۔

"میں کچھ بھی نہیں کروں گا بچے! سوائے ایک نصیحت کے۔ جس شخص کے خاندان کے دو لوگ قتل ہو چکے ہوں' اس کو احتیاط سے کام لینا چاہیے کہ کہیں اگلا نمبر اسی کا نہ ہو۔" سعدی کے چہرے پہ عجیب سا دکھ ابھرا' بھنویں سکیڑ کر اس نے قدرے تعجب سے ہاشم کو دیکھا۔

"کیا آپ مجھے جان سے مارنے کی دھمکی دے رہے ہیں؟ کیا آپ میری جان لے سکتے ہیں؟"

ہاشم نے جیب سے ہاتھ نکال کر عادتاً" سعدی کا شانہ تھپتھپانے کو آگے بڑھایا' مگر جیسے ہی اس کا ہاتھ سعدی کے کندھے کو چھوا' وہ کرنٹ کھا کر ایک قدم پیچھے ہوا' دونوں ہاتھ اٹھا دیے' اور بہت ضبط سے ایک ایک لفظ چبا کر بولا۔

"اپنے ان ہاتھوں سے مجھے مت چھوئیے گا۔" ہاشم کا ہاتھ ہوا معلق میں رہ گیا پھر اس نے سخت تاثرات کے ساتھ سر کو خم دیا' ہاتھ واپس نیچے کر لیا اور ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ سعدی تیزی سے باہر نکل گیا۔

ہاشم نے ایک نظر اپنے خالی ہاتھ کو دیکھا۔ وہ سپید تھا' پتلی انگلیاں' باقاعدگی سے مینی کیور ڈ شدہ۔ اس نے ہلکا سا سر جھٹکا۔ دل میں گہرا کرب اترا۔ کیا وہ دونوں واقعی واپس نہیں جا سکتے تھے؟ اچھے وقتوں میں واپس؟

وہ باہر آیا تو نوشیرواں بے زار سا کھڑا' دور کرسی پہ بیٹھی حنین اور سعدی کو گھور رہا تھا۔ جیسے بس نہ چلتا ہو دونوں بہن بھائی کو گولی مار دے۔

"کیا بکواس کی تھی میں نے؟ اس کی بہن کا پیچھا چھوڑ دو!" اس نے آکر سختی سے کہا تو شیرو نے گھور کر بڑے بھائی کو دیکھا' پھر لاپروائی سے شانے اچکائے۔

"مجھے کیا! ہونہہ!" ہاشم نے گھور کر اسے دیکھا۔

"تم ابھی تک اس شہرین ڈراما سے نہیں نکلے شیرو! بہت ہو گیا۔"

"اس کی وجہ سے میں شہرین کو کبھی نہیں پا سکوں گا! پچھلے ایک ہفتے سے یہی سوچ سوچ کر میرا دماغ کھول رہا ہے۔ اور آپ کہتے ہیں' بہت ہو گیا۔"

"اوہ پلیز!" ہاشم نے بے زار سا ہو کر سر جھٹکا۔ "ہمارے پاس اس سے بڑے مسائل ہیں۔"

"اور کیا مسئلہ ہے؟ آپ نے کہا تھا' وہ آپ کے ڈاکیومنٹس نہیں کھول سکے گا۔ پھر؟" نوشیرواں حیران ہوا۔

"مگر وہ جانتا ہے کہ میرے ہاتھ پہ کس کس کا خون ہے۔" کہتے ہوئے اپنے ہاتھوں کو دیکھ رہا تھا۔ نوشیرواں کے ابرو تعجب سے تنے۔

"وہ وارث غازی کی فائلز وغیرہ کے پیچھے تھا' فارس کو باہر لانے کی کوشش کر رہا تھا' مگر اسے یہ کیسے پتا چل سکتا ہے کہ آپ کسی قتل میں ملوث۔۔۔"

"اسے معلوم ہے شیرو! اور فی الحال یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے۔ مگر ہاں' تم اس کو نہیں چھیڑو گے۔ میں سب سنبھال لوں گا۔ تم کچھ نہیں کرو گے۔" بڑی سختی سے اس کو تنبیہہ کی۔ نوشیرواں نے لاپروائی سے شانے اچکائے۔ "اوکے" اور پھر سے ان ہی نظروں سے دور بیٹھے سعدی کو دیکھنے لگا۔

وہ لوگ اب گھر جانے کی تیاری کر رہے تھے۔ فنکشن ڈھلتے چاند کی طرح دم توڑ رہا تھا۔ آگے اندھیری رات تھی۔

☼ ☼ ☼

کب سے ہیں ایک حرف پہ نظریں جمی ہوئی
وہ پڑھ رہا ہوں جو نہیں لکھا کتاب میں

زمر شادی کی تقریب سے لوٹی تو اس کی ہدایت کے مطابق صداقت پراسیکیوٹر بصیرت سے کیس فائلز لے آیا تھا۔ وہ ایک بڑا سا بکس تھا جو اس کے کمرے کے فرش پہ رکھا تھا۔ وہ ابا کو سلام اور شب بخیر ایک ہی سانس میں کہہ کر آئی' دروازہ مقفل کیا' پرس پرے پھینکا' پھر الماری کھولی۔ نچلے خانے سے ایک چھوٹا ڈبا نکالا جس میں سے اخبار کے تراشے اس صبح نکل کر باہر جا گرے تھے جب فارس بری ہوا تھا۔ وہ صبح جب سب کچھ بدل گیا تھا۔ ڈبا اس نے بڑے باکس کے قریب اوندھا کر دیا۔ کاغذ' تراشے' نوٹس کا ڈھیر لگ گیا۔ پھر اس نے باکس کو بھی الٹا دیا۔ جھک کر جوتوں کے اسٹریپ کھول کر انہیں پرے اچھالا۔ گھنگھریالے بالوں کا گول مول جوڑا بنا کر وہ نیچے بیٹھ گئی۔ جلدی جلدی ان چیزوں کو الٹ پلٹ کرتی وہ کچھ تلاش کر رہی تھی۔ ابرو بھنچے ہوئے' لب سختی سے پیوست' آنکھوں میں غصہ۔ پھر ڈھیر تلے سے اس نے ایک تصویر نکالی' پھر دوبارہ ہاتھ مارا۔

"یہ رہی دوسری تصویر۔" ضبط بھری سانس لی' تصاویر لے کر اٹھی۔ ننگے پاؤں چلتی دیوار تک گئی جہاں اونچا اور چوڑا سا گرین بورڈ آویزاں تھا۔

زمر نے ایک پن اتاری اور پہلی تصویر وہاں سامنے لگائی۔ پھر دوسری بھی' قدرے پیچھے ہٹ کر تندی سے ان کو دیکھا۔

زرتاشہ غازی اور وارث غازی۔

یہ اس کا بورڈ تھا اور ابھی اسے یہ بھرنا تھا۔

وہ واپس پلٹ آئی۔ نیچے ڈھیر لگی چیزوں کو اٹھا کر اسٹڈی ٹیبل پہ رکھا۔ ترتیب سے' سلیقے سے۔ اندر التا ابال کچھ کم ہوا تھا۔ اسے معلوم تھا اسے کیا کرنا ہے۔ مگر پہلے حجت تمام کرنی تھی۔ اپنے ضمیر کو مطمئن کرنا تھا کہ ہاں واقعی ہر راستہ بند ہونے کے بعد میں نے یہ قدم اٹھایا۔ انصاف کے دروازے بند ہوئے تو میں انتقام کی طرف آئی۔

وہ سپاٹ سنجیدہ چہرے کے ساتھ کرسی پر بیٹھ گئی۔ کاغذات کا پلندہ سامنے رکھا۔ ٹیبل لیمپ آن کیا۔ پہلے صفحے کی پیشانی پر درج تھا۔

"سرکار بنام فارس غازی"

زمر کی نگاہیں لفظ لفظ عبور کرتی گئیں۔ کھڑکی کے باہر رات گہری تھی اور ہر گزرتا پل اس کو مزید اندھیرا کرتا جا رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ تاریکی کی انتہا کو پہنچ گئی' اتنی سیاہ' اتنی سیاہ کہ جیسے ساری روشنیاں دم توڑ گئی ہوں۔

اور پھر پو پھٹ گئی۔ صبح کی پہلی کرن نمودار ہوئی۔ روشنی کو جیسے کوئی روزن مل گیا۔ وہ پھیلتی گئی' قطرہ قطرہ' کرن کرن اور پھر روشنی بھی خوب تیز ہو کر پرانی ہوتی گئی۔

سفید ٹی شرٹ اور نیلی جینز میں ملبوس سعدی نے جب زمر کے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو سورج سوا نیزے پہ تھا۔ اتوار کی سست صبح آج بھی سست تھی۔ اس کو پچھلے اتوار کی صبح یاد آئی' جب زمر اس کے ریسٹورنٹ آئی تھی اور اس سے گردے کے بارے میں سوال کیا تھا۔ وہ اداسی سے مسکرایا' پھر سر جھٹکا۔ دروازہ دوبارہ بجایا' کوئی جواب نہیں۔

سعدی نے آہستہ سے دروازہ دھکیلا تو وہ کھلتا چلا گیا۔ اندر کا منظر واضح ہوا۔ فرش پر بے شمار کاغذ بکھرے ہوئے تھے' تصاویر' فوٹو اسٹیٹ۔ وہ آہستگی سے چلتا اندر آیا۔ تعجب سے سر اٹھا کر دیوار کو دیکھا۔

بورڈ بھرا ہوا تھا۔ اوپر وارث اور زرتاشہ کی تصاویر اور ان کے آگے پیچھے' اوپر نیچے بے شمار تراشے کاغذات اور sticky notes چسپاں تھے۔ سرکار بنام فارس غازی سے متعلقہ شہادتیں' ثبوت' نامکمل جوابات' ناکافی گواہیاں۔ سب وہاں "مختصراً" سجا تھا۔ سعدی نے گردن موڑ کر اسٹڈی ٹیبل کی طرف دیکھا۔ وہاں بھی فائلز بکھری تھیں اور ایک کھلی فائل پہ سر رکھے وہ سو رہی تھی۔ آنکھیں بند' ناک کی لونگ چمکتی

ہوئی ' اور ڈھیلا جوڑا کھل کر بکھر چکا تھا۔ وہ ہلکا سا مسکرایا ' پھر قریب آیا۔ میز کے کنارے ہاتھ رکھ کر جھکا۔

"پھپھو!" سعدی نے نرمی سے اس کے سر پہ ہاتھ رکھا۔ "آپ کی طبیعت ٹھیک ہے؟ میں آپ کا سر دبا دوں؟"

"ہوں" کہہ کر سر اٹھانے لگی تو وہ سیدھا ہو گیا۔ بند آنکھوں سے چہرے سے بال ہٹاتی سیدھی ہو بیٹھی۔ لٹیں کان کے پیچھے اڑسیں۔ آنکھوں کو پوروں سے مسلا۔ پھر چہرہ موڑ کر گلابی خوابیدہ آنکھوں سے اسے دیکھا۔ ہلکا سا مسکرائی۔

"تم کب آئے؟"

"ابھی۔ مجھے رات کو لگا تھا آپ ٹھیک نہیں ہیں۔ آپ کچھ پریشان لگ رہی تھیں۔" ذہن کے پردے پہ جواہرات سے بات کرتی زمر ابھری۔ پھر ایک فکر مند نگاہ بکھرے کاغذوں پہ ڈالی۔

"آپ کیا کر رہی ہیں زمر؟"

"اوہ یہ!" اس نے ادھر ادھر دیکھا۔ "یہ پراسیکیوٹر بصیرت نے بھجوائے ہیں۔" وہ کسل مندی سے اٹھی اور چیزیں سست روی سے سمیٹنے لگی۔

"ڈیڑھ سال پہلے میں بھی یہی کر رہا تھا۔ مگر آپ کو یہاں کچھ بھی نہیں ملے گا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" خلاف توقع زمر نے سنجیدگی سے اسے دیکھ کر کہا۔ سعدی اک دم چپ سا ہو کر اسی کو دیکھنے لگا۔

"واقعی یہ کیس مردہ ہے۔ کوئی بھی چیز یہ ثابت نہیں کرتی کہ فارس قاتل ہے۔" وہ اب فائل میں صفحے ترتیب سے لگا رہی تھی۔

"سوائے آپ کی گواہی کے۔ مطلب ..." وہ احتیاط سے ایک ایک لفظ کہہ رہا تھا۔ "مطلب جو آپ نے کورٹ میں کہا ... یعنی کہ ... فائرنگ سے پہلے فارس غازی کے نمبر سے فارس غازی کی آواز میں آپ کو کال کی گئی تھی۔"

"اور تم نے ..." زمر نے پرسکون ٹھنڈی نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "اپنے وکیل کے ذریعے کورٹ میں یہ ثابت کر دیا کہ وہ کال جعلی تھی کوئی سافٹ ویئر یوز کر کے فارس سے مشابہہ آواز بنائی گئی تھی۔"

"جی۔ کیونکہ وہ جعلی تھی اور اسی لیے جج نے ماموں کو رہا کر دیا۔"

"یو نو سعدی ' تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔" زمر نے سمجھنے والے انداز میں اثبات میں سر ہلایا۔ "ہو سکتا ہے مجھے واقعی سیٹ اپ کیا گیا ہو۔ وہ سب جھوٹ ہو۔ میری غلط گواہی کی وجہ سے فارس (نام لینا بھی اذیت ناک تھا) نے چار سال جیل میں کاٹے۔ یہ کیس مکمل طور پہ پڑھنے کے بعد غیر جانب داری سے ' مجھے واقعی لگ رہا ہے کہ میں ہی غلط ہوں۔ مجھے نہیں پتا۔ مگر میرا نہیں خیال کہ اب میرے پاس کوئی وجہ باقی رہ گئی ہے تمہارے ماموں کو مورد الزام ٹھہرانے کی۔ اس لیے کو کہ میرا دل پوری طرح صاف نہیں ہوا ' مگر میں اپنے الزامات سے پیچھے ہٹتی ہوں۔" سنجیدگی سے کہتی وہ اب فائنل کمرے کی چیزیں اپنی جگہ پہ واپس لا رہی تھی۔ "اگر میں غلط ہوں اور تم سب ٹھیک ہو اور شاید ایسا ہی ہو تو میں ہار مانتی ہوں۔"

"میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ ہار مانیں۔" اس کو دکھ ہوا تھا۔

"گڈ! پھر تم مجھے ایک بات بتاؤ۔ فارس نے جو مجھے کال کی تھی ' جو تمہارے بقول جعلی آواز تھی ... واٹ ایور ... اس کی ریکارڈنگ تمہیں کہاں سے ملی؟"

"ریکارڈنگ!" سعدی کے حلق میں کچھ پھنسا۔

"ڈیڑھ سال پہلے تمہارے وکیل نے وہ ریکارڈنگ عدالت میں پیش کی تھی اور تمہارے ایکسپرٹ گواہ نے یہ ثابت کیا تھا کہ اس آواز کا وائس پرنٹ فارس کی آواز کے وائس پرنٹ سے مختلف ہے۔ اور اس ریکارڈنگ کا سورس تم لوگوں نے کبھی ظاہر نہیں کیا تھا۔ کیا تم مجھے بتاؤ گے ' وہ تمہیں کہاں سے ملی؟" اس کی سنجیدہ بھوری آنکھیں سعدی پہ جمی تھیں۔

سعدی نے اس کو دیکھتے ہوئے لب کھولے ' پھر بند کیے۔ ذرا سا سوچا ' پھر ٹھہر ٹھہر کر بولا۔

"میں جواب دینے سے انکار کرتا ہوں اس بنیاد پہ کہ میرا جواب مجھے مرتکب جرم ظاہر کر سکتا ہے۔"

"قانون شہادت آرٹیکل 15 کے تحت تمہیں یہ استثنیٰ حاصل نہیں ہے کیوں کہ ایسے جواب پہ تمہارے خلاف کارروائی نہیں کی جا سکتی ہے۔"

"چونکہ ہم کورٹ میں نہیں ہیں اس لیے میں جواب نہ دینے کا حق رکھتا ہوں۔"

"اوکے۔" زمر گہری سانس لے کر مسکرائی ' سر کو خم دیا اور باہر آ کر صداقت کو چائے کے لیے آواز دی۔ سعدی الجھا ہوا کھڑا رہا۔ پھر پلٹ کر اسے دیکھا۔

"کیا آپ فارس غازی کو بے گناہ کہہ رہی ہیں؟"

"میں یہ کہہ رہی ہوں کہ میں دوبارہ اس پر الزام نہیں لگاؤں گی۔" وہ مطمئن سی کہتی راہداری میں چلتی گئی۔

سعدی نے نظریں موڑ کر بورڈ کو دیکھا جو مختلف کاغذات سے بھرا تھا۔ زمر نے کیس پڑھا ' شہادتیں ' ثبوت ' وہ سب دیکھا جس سے وہ ہمیشہ منہ پھیر کر چلی جاتی تھی اور اسے یقین آ گیا کہ فارس بے گناہ ہے۔ سیدھی سی بات تھی۔ اسے تو خوش ہونا چاہیے۔ مگر پزل کا کون سا ٹکڑا غائب تھا؟ سادہ بات میں چھپی کون سی پیچیدگی اسے الجھا رہی تھی۔

سعدی نے کئی سال اس لمحے کا انتظار کیا تھا جب پھپھو تسلیم کر لیں کہ فارس بے گناہ تھا۔

وہ لمحہ آیا اور گزر گیا ' مگر وہ مطمئن کیوں نہیں تھا؟ کیا اس لیے کہ وہ کئی سال پہلے والا معصوم سعدی نہیں تھا؟ اور آج کے سعدی کا دماغ اسے بتا رہا تھا کہ زمر اتنی آسانی سے مڑنے والی شئی نہیں تھی۔ پھر ...؟

وہ خود سے الجھتا باہر آ گیا۔ ابھی اسے ایک جگہ اور بھی جانا تھا۔

ہر اک قدم اجل تھا ہر اک گام زندگی
ہم گھوم پھر کے کوچہ قاتل سے آئے ہیں

کاردار قصر پہ وہ اتوار معمول کی چستی اور گہما گہمی کے ساتھ طلوع ہوئی تھی۔ سعدی نے اونچی چار دیواری پہ ہارن دیا۔ اسے دیکھ کر گارڈز نے دروازہ کھول دیا۔ کار مخصوص چیک پوائنٹس سے گزر کر آگے آئی ڈھلان عبور کی اور وہ رہا سامنے اونچا محل اور اس کے عقب میں نشیب میں چھوٹی سی انیکسی۔

وہ کار اس روش پہ آگے لے گیا جو اونچے نیچے سبزے کے درمیان سے گزر کر انیکسی تک جاتی تھی۔ دفعتاً" اس نے رفتار آہستہ کر دی۔ ہاشم کی عقبی بالکونی کا منظر سامنے آیا ' وہ نیچے سبزے پہ کھڑا تھا۔ ٹراؤزر اور آدھی آستین کی ٹی شرٹ میں ہنستے ہوئے جھک کر اپنے پالتو لیبرڈار کتے کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔ ساتھ بے اختیار ہنستی پرجوش سی سونیا کھڑی تھی۔ وہ دونوں مدھم آواز میں باتیں کرتے ہنستے جا رہے تھے۔

گاڑی کی آواز پہ ہاشم نے سر اٹھایا ' ایک نظر ڈرائیونگ سیٹ پہ بیٹھے سعدی کو دیکھا ' دوسری کار کے رخ پہ ڈالی۔ (مطلب وہ انیکسی جا رہا تھا)۔ پھر مسکرا کر سیدھا ہوا۔ ہلکا سا ہاتھ ہلایا۔

سعدی نے جواب میں بنا مسکرائے دایاں ہاتھ اٹھایا ' پیشانی کے قریب لے جا کر سر کو خم دیا ' خاموش سلام (ادب پہلا قرینہ ہے دشمنی کے قرینوں میں) اور کار آگے لے گیا۔ ہاشم سرد سی مسکراہٹ سے اسے دور جاتے دیکھتا رہا۔ پھر سر جھٹک کر سونیا کی طرف متوجہ ہو گیا جو اسے کچھ کہہ رہی تھی ...

سعدی نے کار انیکسی کے قریب کھڑی کی۔ پیچھے دیکھے بغیر برآمدے میں آیا۔ بیل دبائی ' بجلی نہیں تھی تبھی گھنٹی نہیں بجی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ جواب ندارد۔ اس نے انتظار نہیں کیا۔ چابی اس کے پاس تھی۔ فارس نے جیل کے زمانے سے اسے دے رکھی تھی۔

اندر آیا تو گھر خاموش کھڑا تھا' وہ قدرے حیران سا ایک کمرے سے دوسرے تک گیا۔ باہر فارس کی کار تو کھڑی تھی.... پھر؟

"ادھر ہوں نیچے۔" فارس کی آواز آئی تو وہ چونکا۔ پھر گہری سانس لے کر بیسمنٹ کو جاتی سیڑھیوں تک آیا۔ نیچے پورے گھر کے رقبے جتنا بڑا سا کمرہ تھا۔ جس میں بڑے بڑے ستون تھے۔ اردگرد کاٹھ کباڑ' پرانا فریزر' گاڑی کا سامان وغیرہ رکھا تھا۔ ایک دیوار پر خالی ریکس تھے۔ یہاں کسی زمانے میں فارس کی پستولوں اور بندوقوں کی کلیکشن ہوتی تھی۔ جب پولیس نے اسے گرفتار کیا تو سب لے گئی۔ کچھ بھی واپس نہیں کیا۔

سعدی زینے اتر تا تہ خانے کے فرش تک آیا۔ اندر سفید بلب جل رہے تھے۔ پھر بھی روشنی کم لگتی تھی۔ فارس دیوار سے لگی میز کے آگے کھڑا تھا۔ سعدی کی طرف پشت تھی۔ سر جھکا کر منہ میں کچھ چباتا کچھ کاغذات الٹ پلٹ کر رہا تھا۔ مگر سعدی نے اسے نہیں دیکھا۔ وہ میز کے پیچھے موجود دیوار کو دیکھتا قدم قدم آگے آیا۔

وہاں کوئی بورڈ وغیرہ نہ تھا۔ دیوار پہ ہی تصاویر' کاغذات' کٹنگز وغیرہ چسپاں تھیں۔ اوپر نیچے' دائیں بائیں' یہ زمر کی دیوار سے زیادہ بھری ہوئی تھی۔ سعدی کے ابرو فکر مندی سے اکٹھے ہوئے۔ ذرا خفگی سے رخ پھیر کر اسے دیکھا۔

"تو آپ دو ہفتے سے یہ کر رہے تھے؟"

"کوئی اعتراض؟" وہ پیالے میں رکھی سونف کے دانے اٹھا کر منہ میں رکھتا مزے بنا بولا۔ ابھی تک سعدی کو نہیں دیکھا تھا۔

"مگر آپ کر کیا رہے ہیں؟" وہ اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا' آنکھیں سکیڑ کر اس کا داہنا رخ دیکھا۔ چھوٹے کٹے بال اور سنجیدگی سے سکڑی سنہری زرد آنکھیں' جواب دیوار پہ جمی تھیں۔

"جو ساری زندگی کیا ہے۔ تفتیش۔" وہ سرخ مارکر لے کر دیوار تک گیا۔ ایک کٹنگ چسپاں کی' اور مارکر سے اوپر سوالیہ نشان بنایا۔ پھر واپس مڑ کر سعدی کو سنجیدگی سے دیکھنے لگا۔

"تم کیسے آئے؟"

مگر وہ اب گردن موڑ کر میز کے کنارے پہ رکھے بیگ کو دیکھ رہا تھا۔ جس میں اس کی تازہ تازہ منگوائی گئی گنز تھیں اور گولیاں۔ اور یہ سب کچھ دیکھتے ہوئے سعدی کو غصہ آنے لگا۔ وہ اس کی بے گناہی کے ثبوت دیتا تھک گیا' اور ادھر آ کر کوئی یہ سب دیکھ لے تو....؟

"کیا یہ آپ کے نام پہ لائسنس شدہ ہیں؟" ناپسندیدگی سے گنز کو دیکھ کر اس نے مشکوک نظروں سے فارس کا چہرہ دیکھا۔

"نہیں۔ اگر گرفتار کرنا ہے تو کر لو۔" تلخی سے کہتا وہ میز تک واپس آیا' اور کاغذات اٹھا کر دوسری طرف رکھنے لگا۔ سعدی نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"ڈیڑھ سال پہلے میں یہی کر رہا تھا۔ مگر یہ تفتیش آپ کو کہیں نہیں لے کر جائے گی۔ اس کے آگے بند گلی ہے۔"

"تو پھر تم مجھے سکھا دو کہ تفتیش کیسے کرتے ہیں' میں ساری کلاسز اٹینڈ کروں گا۔" ناک سے مکھی اڑاتا وہ اثر لیے بنا بولا۔ سعدی اف کر کے رہ گیا۔ پھر گھوم کر اس کے سامنے آیا۔

"اگر آپ کو پتا چل بھی گیا کہ یہ سب کس نے کیا ہے' تو آپ نے یہ اسلحہ اس لیے لیا ہے نا تاکہ اس کو جا کر گولی مار دیں۔"

"تم خون کے بدلے خون پر یقین نہیں رکھتے؟"

"بالکل رکھتا ہوں مگر انتقام لینے کے بھی طریقے ہوتے ہیں۔ آپ اس کو مار دیں گے کل کو اس کے خاندان والے کسی اور کو مار دیں گے اور یہ سائیکل آف ریوینج (انتقام کا چکر) کبھی نہیں ختم ہو گا۔" اس نے فکر مندی سے سمجھاتے ہوئے آہستہ سے فارس کی کہنی تھامی۔

"ماموں! ہم ان کو سزا ضرور دلوائیں گے مگر قانونی طریقے سے۔ اس طرح نہیں۔"

فارس تیکھی آنکھیں کر کے اسے دیکھتا رہا۔

"اور اس "ان" میں کون کون شامل ہے' وضاحت کرو گے؟"

سعدی نے کہنی چھوڑی' پیچھے ہوا' تھوک نگلا۔ ذرا سے شانے اچکائے۔ "مجھے کیسے پتا ہو سکتا ہے؟"

"یہی تو پوچھ رہا ہوں جو تمہیں پتا ہے' وہ کیسے پتا ہے؟"

سعدی نے ٹھہر ٹھہر کر' نظر ملائے بنا' دیوار کو دیکھتے ہوئے جواباً کہا۔

"میں جواب دینے سے انکار کرتا ہوں اس بنیاد پہ کہ میرا جواب مجھے مرتکب جرم ثابت ہو سکتا ہے۔"

"اوہ کم آن' تمہیں یہ استثنیٰ...."

"قانون شہادت آرٹیکل 15 کے تحت حاصل نہیں ہے' وغیرہ وغیرہ مجھے پتا ہے۔" وہ مسکرایا۔ فارس نے واقعی ابرو اٹھا کر تعجب سے اسے دیکھا۔ سعدی نے کندھے اچکائے۔ "زمر پھپھو کا بھتیجا ہوں آخر! اتنا قانون تو مجھے بھی آتا ہے۔"

فارس کے تاثرات قدرے پتھرا گئے' وہ سنجیدہ سا واپس مڑ گیا۔ سعدی کی مسکراہٹ مدھم ہوئی۔ "کیا ہوا؟"

"جو تمہاری پھپھو نے میرے ساتھ کیا' وہ میں نہیں بھولا' اس لیے بہتر ہے ہم اس طرف نہ جائیں۔ چائے پیو گے؟"

سعدی کا دل بری طرح دکھا' مگر اس نے لب کھول کر بند کر لیے۔ پھر سر ہلایا۔ "جی پیوں گا۔" اور کرسی کھینچنے لگا۔

"اوپر کچن میں سارا سامان رکھا ہے' بنا لو۔ دو کپ۔ میرے میں چینی نہ ہو۔"

وہ جو بیٹھنے لگا تھا' رکا' ناراضی سے اسے دیکھا اور "بہت اچھا" کہہ کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔ فارس بدستور گردن جھکائے کاغذات کھنگال رہا تھا۔

انیکسی کا کچن لاؤنج سے ملحقہ تھا۔ بالکل اوپن۔ اس نے سامان ڈھونڈا۔ چولہا جلایا۔ پانی میں پتی گویا بھونکی۔ پھر کھڑکی کو دیکھا۔ اس پہ کوئی پردہ وغیرہ نہ تھا' کھڑکیوں کے شیشے پہ گفٹ پیپر لگا کر بھونڈی سی بچت کی گئی تھی' اور یہ تو سب کو پتا تھا کہ زرتاشہ ایک انتہائی پھوہڑ لڑکی تھی۔

سعدی نے کھڑکی کھولی تو سامنے اونچے قصر کا عقبی حصہ نمایاں ہوا۔ ہاشم بال کتے کی طرف اچھالتا' وہ اسے منہ میں کیچ کر کے سونیا کی طرف بھاگتا۔ سونیا ہنس ہنس کے دوہری ہو رہی تھی۔

سعدی کے چہرے پہ زخمی سا تاثر آیا۔ اس نے کھڑکی بند کر دی۔ زور سے ٹھک۔

ایک ہفتہ ہو گیا تھا' ہاشم کی فائلز وہ لے کر بھی بے بسی سے بیٹھا تھا۔ اسے جلد از جلد ثبوت اکٹھے کر کے ہاشم کے پاس جانا تھا ————— تاکہ زمر اور فارس کی آپس کی غلط فہمی دور ہو جائے.... ذہن میں آگے کالائحہ عمل ترتیب دیتا' وہ چائے بنا کر نیچے لایا تو فارس اپنی بھری دیوار کو دیکھ رہا تھا۔ نچلا لب دانت سے دبائے' آنکھیں سکیڑ کر' کچھ سوچتا۔

"یہ آدمی!" اس نے الیاس فاطمی کی تصویر پہ انگلی سے دستک دی۔ "یہ وارث کا باس تھا' اور اس نے وارث سے استعفیٰ مانگا تھا۔ ہر بند گلی کا سرا اس شخص تک جاتا ہے۔ یہ یقیناً کچھ نہ کچھ جانتا ہے۔" اس نے تائیدی نظروں سے سعدی کو دیکھا۔ اس نے شانے اچکائے' اور کپ فارس کی طرف بڑھا دیا۔

فارس نے گھونٹ بھرا' پھر بدمزگی سے اسے دیکھا۔

"اس میں چینی ہے۔"

"اوہ میں بھول گیا۔ سوری۔" سعدی نے معصومیت سے معذرت کی' کرسی پہ بیٹھا اور اپنے کپ سے گھونٹ گھونٹ بھرنے لگا۔ فارس نے اسے گھور کر سر جھٹکا' پھر دوبارہ دیوار کو دیکھنے لگا۔ وہاں چسپاں تصویریں بلیک اینڈ وائٹ تھیں۔ پھر یکایک ان میں رنگ بھرنے لگے۔ کوئی قوس قزح چھائی اور زرد موسم میں بہار اتر آئی۔

فارس بالکل خاموش سا ان تصویروں کو دیکھتا گیا' یہاں تک کہ وہ چلنے پھرنے لگیں' گویا چار سال پہلے کے مناظر ابھی ان کے آس پاس پیش آ رہے ہوں....

☼ ☼ ☼

شہر ہوا میں جلتے رہنا اندیشوں کی چوکھٹ پر
رات گئے تک الجھے رہنا بے مفہوم خیالوں میں

چار سال قبل (وارث غازی قتل کے سات دن بعد)

قصر کاردار کے لونگ روم کی اونچی کھڑکیوں سے دھوپ چھن کر آ رہی تھی۔ اورنگ زیب کاردار، بگڑے تاثر اور خفا آنکھوں کے ساتھ فون پہ بات کر کے بٹے" اور موبائل پھینکنے کے انداز میں صوفے پہ اچھالا۔ ٹائی کی ناٹ ڈھیلی کی، ضبط کرتے ہوئے صوفے کے آگے دو تین چکروں میں ٹہلے۔ دفعتاً" ہیل کی ٹک ٹک آتی سنائی دی۔ اورنگ زیب نے پلٹ کر خشمگیں نگاہوں سے دیکھا۔

راہداری سے جواہرات چلتی آ رہی تھی۔ بند گلے کا سفید لمبا گاؤن پہنے، دبلی پتلی اسمارٹ، جوان اور خوب صورت سی۔ یقیناً" ابھی کہیں سے لوٹی تھی۔ کہنی پہ انکا پرس مسکراتے ہوئے میز پہ رکھا، اور قریب آئی۔

"گڈ ایوننگ!" گاؤن کے گلے پہ لگے بٹن کو دو انگلیوں سے چھیڑتی، وہ میٹھی مسکراہٹ کے ساتھ اورنگزیب کو دیکھ رہی تھی۔

"یہ فارس کے بھائی کے قتل کا کیا چکر ہے؟ پولیس میرے گھر کیوں آ رہی ہے؟" وہ سخت نظروں سے اسے دیکھ کر پوچھنے لگے۔

"تمہارا مطلب ہے "تمہارے" بھانجے کے سوتیلے بھائی کا کیا چکر ہے، اور یہ کہ پولیس تمہارے گھر کی انیکسی میں کیوں آ رہی ہے؟ اوہ سوری، وہ تو تم کئی سال پہلے اپنے بھانجے کو دے چکے ہو۔"

"جواہرات!" وہ بظاہر طیش سے غرائے مگر اس جارحیت میں مدافعانہ سی جھلک تھی۔

"بے فکر رہو، کوئی مسئلہ نہیں ہے۔ کچھ لوگ اس کے بھائی کی خودکشی کو قتل قرار دے رہے ہیں، اور اس کا الزام فارس پہ لگا رہے ہیں۔ ٹھیک ہے کہ فارس قتل کے وقت پارٹی میں نہیں تھا۔" وہ نرمی سے کہتی آگے آئی، کارنر میں نصب ایکویریم تک آ رکی، گردن جھکا کر اس میں جھانکا" اور ٹھیک ہے وارث کا موبائل فارس کی کار سے ملا ہے۔" دو انگلیوں سے ایکویریم کا شیشہ بجایا، مچھلیوں میں ہلچل سی مچی، جواہرات مسکرائی۔ "اور ہاں، وہ رسی جس سے وارث کے ہاتھ پیر باندھے گئے، وہ بھی اس کے پاس سے ملی ہے اور وہ تھا بھی فارس کا سوتیلا بھائی مگر۔" سیدھی ہوئی، اسٹینڈ میں رکھے جار سے خوراک کی مٹھی بھری اور پانی کے اوپر کھول دی۔ سارے دانے پانی میں گر گئے۔

"مگر اس سب سے کیا فرق پڑتا ہے؟ تمہارے بھانجے کو گنز جمع کرنے کا شوق ہے، استعمال کرنے کا تھوڑی ہے۔ یقیناً" یہ ایک خودکشی ہوگی، ناکہ قتل۔" وہ دانہ ڈال کر، ہاتھ ٹشو سے صاف کرتی، چمکتی آنکھوں سے مسکراتی ان کے سامنے آئی۔ "ہے نا؟" اور غصے سے کھولتے اورنگ زیب اس سے پہلے کہ مزید کچھ کہتے، وہ ان کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھ گئی۔

تیز تیز چلتی وہ راہداری میں آگے آئی تو مسکراہٹ اضطراب میں تبدیل ہو گئی۔ کنٹرول روم کے دروازے کو کھولا تو اندر موجود خاور اور ہاشم دونوں چونکے۔ وہ دروازہ بند کر کے ہاشم کے سامنے آ کھڑی ہوئی اور سلگتی نظروں سے اسے گھورا۔

"تمہارے باپ کی کیمپین ڈسٹرب ہو رہی ہے اس سب سے، اور وہ خوش نہیں ہے۔"

"دیکھ چکا ہوں۔" ہاشم نے بے زاری سے دیوار پہ نصب اسکرینز میں سے ایک کی جانب اشارہ کیا، جہاں لاؤنج کے سی سی ٹی وی کیمرہ کی فوٹیج چل رہی تھی۔ بنا آواز کے ویڈیو۔ باقی اسکرینز پہ دوسرے مناظر تھے۔ (لاؤنج کے علاوہ، گیٹ، لان، بیرونی برآمدہ جیسے چند مقامات پہ ہی یہ کیمرے نصب تھے۔)

"میں نہیں چاہتی کہ وہ فارس کے ساتھ کھڑا ہو جائے، اس لیے جو کرنا ہے جلدی کرو۔"

"ہاشم سنبھال لے گا، آپ کیوں فکر کرتی ہیں۔" وہ مضطرب سا یہ کہہ کر آگے آیا، اور خاور کی کرسی کے ساتھ جھک کر لیپ ٹاپ کو دیکھنے لگا، جس پہ خاور ٹھک ٹھک کام کیے جا رہا تھا۔

"آج تم سعدی اور فارس کے ساتھ پراسیکیوٹر کے پاس گئے تھے، کیا کہا اس نے؟"

"اسے فارس کی بے گناہی کا یقین ہے، کیونکہ فارس کے پاس قتل کی وجہ نہیں ہے۔"

"تو تمہیں ہاشم، اسے قتل کروانے سے پہلے وجہ ڈھونڈ کر فارس پہ یہ سب پلانٹ کرنا چاہیے تھا۔" جواہرات غرائی تھی۔ وہ طیش سے اس کی طرف مڑا۔

"میں کارپوریٹ لائیر ہوں، کرائے کا قاتل نہیں اور میں نے کچھ بھی پلاننگ سے نہیں کیا تھا، آپ کو معلوم ہے یہ ایک غلطی تھی اور مجھے اس کو فکس کرنا ہے۔" رک کر اس نے غصے سے ماں کو دیکھتے ہوئے ایک دو سانسیں لیں۔ "اور یہ سب اتنے آرام سے فکس نہیں ہوگا۔ صرف فارس نہیں، خاور بھی قتل کے وقت پارٹی میں نہیں تھا۔" اسی پل دروازہ رسمی سی دستک کے ساتھ کھلا۔ ہاشم اور جواہرات کرنٹ کھا کر اس طرف گھومے۔ خاور بھی بے اختیار کرسی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ آئی ایم سوری، میں... انکل نے بلایا تھا تو..." وہ زرتاشہ تھی، چوکھٹ پہ رک کر واپس جانے لگی تھی۔ "آپ لوگ بزی ہیں، اٹس اوکے۔ میں بعد میں آجاؤں گی۔" قدرے تذبذب سے معذرت کرتے ہوئے ایک قدم پیچھے ہٹایا۔ باری باری سب کے چہرے دیکھے جو سفید پڑ گئے تھے۔

"نہیں... ہم بس... بات کر رہے تھے۔" ہاشم نے تھوک نگلا تھا، چہرے پہ زبردستی مسکراہٹ لاتا آگے آیا، مگر اڑی رنگت اور آنکھوں میں آتی پریشانی دبا نہیں پا رہا تھا۔

"سوری، میں ایسے ہی آ گئی۔" وہ ذرا شرمندہ، ذرا سوچتی، الجھتی نگاہوں سے ان کو دیکھ رہی تھی۔ وہ آپس میں اتنے الجھے ہوئے تھے کہ اسے آتے اسکرینز کی فوٹیج میں نہیں دیکھا۔ اف!

"کوئی بات نہیں، ہم ایک ہی خاندان ہیں۔" جواہرات پھیکا سا مسکرائی، اپنی جگہ سے وہ ایک انچ بھی نہیں ہل پا رہی تھی۔ کہیں اس نے کچھ سن تو نہیں لیا۔

"انکل فارس کے بارے میں پوچھ رہے تھے۔ وارث بھائی کے کیس کی پیش رفت وغیرہ۔ میں یہی آپ سے پوچھنے آئی تھی۔ مجھے تو کوئی کچھ بتاتا ہی نہیں ہے۔" کہتے کہتے اس نے ترچھی نظر خاور پہ ڈالی جو بالکل دم سادھے کھڑا تھا۔

ساؤنڈ پروف دروازے کو کھولتے وقت آخری فقرہ کان میں پڑا تھا۔

"صرف فارس نہیں، خاور بھی اس وقت پارٹی میں نہیں تھا۔"

"آہم..." ہاشم کھنکار کر گلا صاف کرتا باہر آیا، زرتاشہ بھی چوکھٹ سے ہٹ کر راہداری میں آ کھڑی ہوئی۔ ہاشم نے بات شروع کرنے سے قبل ذرا احتیاط سے اسے دیکھا۔ وہ چوبیس پچیس برس کی خوش شکل، سیاہ آنکھوں اور اسٹیپ میں کٹے بالوں والی لڑکی تھی۔ اس وقت ابرو ذرا الجھن سے سکوڑ کر اسے دیکھ رہی تھی۔

"ہم سب کو پتا ہے کہ فارس بے گناہ ہے۔ اس کی گاڑی سے کچھ ملنے سے کچھ ثابت نہیں ہو جاتا زرتاشہ۔" وہ کافی سنبھل کر، اس کی آنکھوں میں دیکھ کر کہہ رہا تھا۔ "رہی بات پراسیکیوٹر کی تو وہ خوامخواہ فارس پہ شک کر رہی ہے اور اس کو بار بار سوال جواب کے لیے اپنے پاس بلا رہی ہے۔ پراسیکیوٹرز مریو تو! سعدی کی پھپھو۔ ابھی دوپہر کو بھی فارس وہیں تھا۔"

زرتاشہ کی الجھن مدھم ہوئی، اس کی جگہ ناگواری سی ابھری۔

"وہ فارس پہ شک کر رہی ہیں؟"

"اس نے فارس کو کہا ہے کہ وہ اسے اپنی alibi لڑکی سے ملوائے، اس کو فارس کی بے گناہی کا ثبوت چاہیے۔ اب معلوم نہیں کتنے دن وہ بے چارہ اس کے آفس کے چکر لگاتا رہے گا۔ مگر زمر کو کون سمجھائے؟"

"تو جب تک اس کو یقین نہیں آئے گا، وہ فارس کو اپنے پاس بلواتی رہے گی؟" وہ تیزی سے اسے دیکھتی

بولی۔
"اوہ کم آن۔" ہاشم نے بے پروائی سے سر جھٹکا۔
"روز کے چند گھنٹے اس کے ساتھ گزار لینے سے ان کے درمیان کوئی پرانی بات پھر سے نہیں شروع ہو جائے گی' بھروسا کرو اپنے شوہر پہ۔"
اور ہاشم کے لیے الفاظ تاش کے پتے تھے۔ آگے پیچھے' الٹ پلٹ کر کے ان کو ترتیب دیا' مرضی کے سامنے لایا' مرضی کے چھپا گیا' اور مرضی کا مطلب نکال لیا۔ زر تاشہ لب بھینچے' ضبط سے واپس مڑ گئی۔ وہ فوراً" اس کے پیچھے آیا۔
"سنو' تمہیں بھی فارس پہ شک ہے؟ بے شک وہ پارٹی میں اس وقت نہیں تھا' مگر۔۔۔" وہ دونوں ساتھ ساتھ راہداری میں چل رہے تھے جب ہاشم نے پتے پھر سے سجائے' مگر وہ تیزی سے اس کی طرف گھومی۔
"صرف فارس کیوں؟ خاور بھی تو پارٹی میں نہیں تھا۔ پھر پولیس صرف فارس کے پیچھے کیوں آرہی ہے؟"
اس نے جو سنا تھا' اگل دیا۔
مگر ہاشم تیار تھا اور بظاہر حیرت سے سر اثبات میں ہلایا۔
"واقعی' عجیب بات ہے' میں بھی ابھی ممی سے یہی کہہ رہا تھا کہ خاور بھی اس وقت نہیں تھا اور بھی کچھ لوگ نہیں تھے' مگر۔۔۔"
"اور کون؟" اس نے اسی تیزی سے بات کاٹی۔
"یہی' ہمارے کچھ دوست' مگر میری پارٹی کوئی ایسا پیمانہ تو نہیں ہے کہ جو اس میں نہیں ہوگا' وہی قاتل ہے لہٰذا اسی پہ شک کیا جائے۔۔۔ یو نو واٹ' یہ فارس پہ شک' پراسیکیوٹر کی اس سے تفتیش' یہ سب جان بوجھ کے کیا جا رہا ہے۔"
"مجھے نہیں پتا۔" وہ الجھتی ہوئی باہر نکل گئی۔ ہاشم کھڑا اسے جاتے دیکھتا رہا۔
وہ واپس آیا تو دم سادھے کھڑی جواہرات تب تک نہیں بولی جب تک اس نے دروازہ بند کر کے لاک نہ کر دیا۔ پھر گہری سانس لے کر ان دونوں کی طرف گھوما۔

"اس نے کوئی نقصان پہنچانے والی بات نہیں سنی۔"
"میرے اعصاب جواب دے رہے ہیں ہاشم!" جواہرات چیخ پڑی۔ "اس سب کو ختم کرو۔ فارس پہ سب الزام ثابت کرواؤ' اسے جیل بھجواؤ تاکہ میں سکون کی نیند سو سکوں۔"
"جانتا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے کہتا خاور کے لیپ ٹاپ تک آیا' اور سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔
"کہاں تک پہنچا کام؟"
"ہو گیا ہے' سر۔" وہ تابع داری سے اسکرین پہ اسے کچھ دکھانے لگا۔ جواہرات سامنے کھڑی تھی' فکر مندا' الجھی ہوئی سی ان کو دیکھنے لگی۔
"تم لوگ کیا پلان کر رہے ہو؟"
باہر لان میں زر تاشہ سینے پہ بازو لپیٹے' سر جھکائے کسی عجیب کشمکش میں چلتی جا رہی تھی۔ دفعتاً" آوازوں پہ وہ رکی۔ گردن گھما کر دیکھا۔
لان کے کنارے مصنوعی آبشار تھی۔ وہ اس وقت بند تھی' اور اس کے اسٹیپ پہ شہرین بیٹھی تھی۔ بلیک ٹائٹس کے ساتھ سرخ کفتان نما شرٹ پہنے' وہ چیونگم چباتی' سر جھکائے موبائل پہ بٹن دبا رہی تھی۔ زر تاشہ نے لمحے بھر کو سوچا کہ اس کی شرٹ' گردن کی مالا' کلائی کا کڑا' اور اوہ! یہ لانگ شوز۔۔۔ یہ کس کس برانڈ کے ہوں گے؟ مگر پھر۔۔۔ اس نے سر جھٹکا اور اس طرف آئی۔
"شہرین۔۔۔" شہرین نے چونک کر سر اٹھایا' پھر آنکھیں سکوڑ کر اسے دیکھتے' چہرے پہ سامنے کو آئے سنہری بال پیچھے ہٹائے۔
"ہیلو زر تاشہ۔" وہ کروفر سے مسکرائی۔
"کیا تم مجھے سونی کی برتھ ڈے پارٹی کی ویڈیو دے سکتی ہو؟ مجھے اپنی کزنز کو تمہاری ساڑھی دکھانی ہے۔ ایکسٹرا کاپی ہوگی نا تمہارے پاس؟"
"شیور۔ خاور نے بہت سی سی ڈیز مجھے دی تھیں' میں میری انجیو کے ہاتھ بھجوا دیتی ہوں۔" تفاخرانہ شانے اچکائے۔ زر تاشہ نرمی سے تھینکس کر کے

آگے بڑھ گئی۔

☼ ☼ ☼

چلنے ہی کو ہے اک سموم ابھی
رقص فرما ہے روح بربادی

"تم ایک تیر سے کتنے شکار کرنا چاہ رہے ہو ہاشم؟ اگر کچھ غلط ہو گیا تو؟"
"پھر سے سن لیں پلان' کچھ غلط نہیں ہوگا۔ ہم زمر پہ فائرنگ کریں گے' گن فارس کی استعمال ہوگی' ہوٹل کے جس کمرے سے گولی چلے گی وہ بھی اسی کے نام پہ ہوگا۔ گن پہ فارس کے فنگر پرنٹس بھی ملیں گے۔"
"اور اگر وہ مر گئی تو؟" جواہرات کو ہول اٹھ رہے تھے۔
"اس کو نہیں مارنا ہم نے ممی۔ وہ بظاہر فارس سے تفتیش کر رہی ہے' اس پہ شک کر رہی ہے' ایسے میں زمر کو یہ حملہ ایک مجرم کو خود کو چھپانے کا حربہ لگے گا۔ وہ یہی سمجھے گی کہ گرفتاری کے خوف سے فارس نے یہ سب کیا ہے۔"
"اور اگر اس نے اسے فارس کے خلاف سازش سمجھا تو؟"
"اونہوں۔۔۔" ہاشم پہلی دفعہ کھل کر مسکرایا اور خاور کو دیکھا۔ وہ بھی مسکرایا۔ جواہرات نے باری باری دونوں کو دیکھا۔

"کیا میں کچھ مس کر رہی ہوں؟"
"زمر کبھی بھی نہیں سمجھے گی کہ یہ فارس کے خلاف سازش ہے۔ وہ فارس کو ہی قصوروار سمجھے گی کیونکہ یہ بات اسے فارس خود کہے گا۔"
"او کے' اور فارس اسے یہ بات کیوں کہے گا؟" جواہرات اب ذرا اکتانے لگی تھی۔
"وہ اس طرح ممی کہ ہم فارس کی طرف سے زمر کو یہی بات کہلوائیں گے۔"
"ہرگز نہیں ہاشم۔" جواہرات نے کوفت سے سر جھٹکا۔
"زمر کو آج بھی فارس کی بے گناہی کا یقین ہے' کل بھی ہوگا۔"
"ہم اس کو فارس کی طرف سے کال کریں گے۔" کہتے ہوئے ہاشم نے خاور کی طرف اشارہ کیا۔ خاور نے لیپ ٹاپ اسکرین جواہرات کے سامنے کی۔ وہ مشتبہ نظروں سے اسے دیکھتی قریب آئی۔
"کیا تم دونوں وضاحت کرنا پسند کرو گے؟" خاور نے سر کو اثبات میں ہلایا اور اسکرین کو دیکھتے ہوئے مودب انداز میں سمجھانے لگا۔
"میں نے اس سافٹ ویئر میں فارس کی تمام ریکارڈنگز ڈال دی ہیں جو میرے پاس ہیں۔ ہم پچھلے ایک ہفتے سے اس کا فون ٹیپ کر رہے تھے۔ اب دیکھیے۔"
وہ چند بٹن دبا کر مزید صفحے کھولنے لگا۔ جواہرات بدستور مشکوک سی اسے دیکھے گئی۔
"میں جو بھی ٹائپ کروں گا' وہ فارس کی آواز میں ابھر کر سامنے آئے گا۔ ہم فارس کے فون سے پراسیکیوٹر کو کال کریں گے۔ اور ہمارا کہا ہوا اسکرپٹ اس کی آواز میں پڑھا جائے گا۔ وہ یہی سمجھے گی کہ یہ فارس ہے اور اس پہ حملہ کرنے سے پہلے اس کے سامنے اعتراف جرم کر کے اپنے ضمیر کی آخری چبھن نکال رہا ہے اور اس کو ختم کر کے آخری ثبوت بھی مٹانا چاہتا ہے۔ لیکن چونکہ وہ زندہ بچ جائے گی' اس لیے وہ اسی کال کو فارس کے خلاف استعمال کرے گی۔"
"آف کورس' زمر کے پاس یہ ریکارڈنگ نہیں ہو گی۔ لیکن اس کو فارس کے یہ الفاظ ساری زندگی یاد رہیں گے۔ اس بنیاد پر وہ اسے جیل بھی بھجوائے گی اور وہ اس کے خلاف سب سے بڑی گواہ ہوگی۔ ہمیں کچھ بھی نہیں کرنا پڑے گا۔ وہ دونوں ایک دوسرے کے سب سے بڑے دشمن بن جائیں گے۔"
جواہرات قدرے الجھے سے دونوں کے چہرے دیکھنے لگی' لب دانت سے کاٹتے ہوئے وہ کافی متفکر نظر آرہی تھی۔
"ہاشم! اگر کچھ غلط ہو گیا۔ اگر زمر ہماری چال میں

نہ آئی "اگر اس نے اس سب کو ایک سوچا سمجھا پلان سمجھا تو؟"

"تو پھر ہماری قسمت کا فیصلہ اسی کے ہاتھ میں ہو گا مگر میں اپنے خاندان کے لیے اچھی امید رکھنا چاہتا ہوں۔" وہ شانے اچکا کر سپاٹ سا نظر آنے لگا۔

جواہرات نے بدقت مسکرا کر سر ہلایا مگر وہ ابھی بھی خوش نہیں تھی۔ آنکھوں میں شدید اضطراب تھا' پھر یکایک کسی خیال کے تحت اس نے چونک کر ہاشم کو دیکھا۔

"لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی' اگر فارس نے واقعی وارث کا قتل کیا ہے' اور وہ زمر کے سامنے اپنی کال میں اعتراف جرم بھی کرلے گا' تو بھی وجہ قتل کیا ہو گی؟ کم از کم اس سارے پلان میں مجھے وجہ قتل نظر نہیں آرہی۔"

ہاشم کے تاثرات قدرے سخت ہو گئے۔ اس کی آنکھیں سکڑ گئیں۔ اور ان میں ایک عجیب سا جذبہ ہلکورے لینے لگا۔ اس نے گردن موڑ کر دروازے کی طرف دیکھا' جہاں سے ابھی ابھی زرتاشہ واپس گئی تھی اور پھر دوبارہ ماں کی طرف رخ پھیرا۔ جب وہ بولا تو اس کی آواز میں زخمی پن سا تھا۔

"وجہ قتل سامنے ہے اور میں اس کو اس سب میں فٹ کرلوں گا۔ بھروسا رکھیے۔ ہاشم ہر چیز سنبھال سکتا ہے۔" جواہرات بس اس کو دیکھ کر رہ گئی' اس نے سوچا کہ وہ ہاشم سے پوچھے کہ وہ وجہ قتل کیا بتا رہا ہے؟ لیکن پھر اس سے پوچھا نہیں گیا۔ دل پر پڑے بوجھ بڑھتے جارہے تھے۔ وہ بے دلی سے اٹھ کر وہاں سے آ گئی۔

باہر آئی تو اورنگ زیب لاؤنج میں بیٹھے تھے ان کے سامنے جواہرات نے چہرے پہ مصنوعی مسکراہٹ ویسے ہی سجالی۔ اور بڑی تمکنت سے آکر بڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔ ٹانگ پہ ٹانگ رکھی' بازو صوفے کے ہتھے پر جمایا اور مسکرا کر انہیں دیکھنے لگی۔

ان کے تنے تاثرات مزید تن گئے۔ قدرے مدافعانہ سی جارحیت سے وہ اس کو دیکھ کر بولے۔

"ہاشم سے کہو' جلد از جلد یہ معاملہ ختم کرے۔ میں اس وقت اس طرح کا کوئی اسکینڈل افورڈ نہیں کر سکتا۔" جواہرات نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔ کم از کم اس معاملے میں وہ دونوں متفق تھے۔

☼ ☼ ☼

رستے دیار دل کے بھی کتنے عجیب تھے
سب راہرو تھے' کوئی یہاں رہنما نہ تھا

انیکسی کے باہر شام گہری ہو رہی تھی۔ بالائی منزل کے ماسٹر بیڈ روم میں بیڈ کے کنارے بیٹھی زرتاشہ کے چہرے پہ سوچوں کا جال تھا۔ وہ ہتھیلی پہ تھوڑی گرائے انگلی پہ سامنے کی لٹ لپیٹتی' دور کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔ باتھ روم سے پانی گرنے کی آواز آرہی تھی۔ کبھی کبھار وہ گردن موڑ کر اس طرف دیکھتی' اور پھر دوبارہ سے خلا میں دیکھنے لگتی۔ اس کا ذہن منقسم تھا۔ ہاشم سے کی گئی باتیں' زمر کا ذکر' فارس کی غیر موجودگی' سب کچھ اسے بہت الجھا رہا تھا۔ اگر خاور کا پارٹی میں موجود نہ ہونا اتنا اہم نہیں تھا تو پھر ہاشم نے بطور خاص اس بات کا ذکر کیوں کیا۔ پھر اس کو آتے دیکھ کر ان کے چہرے اتنے فق کیوں ہو گئے تھے؟ زرتاشہ کے پاس بہت سے سوال تھے' جواب ایک کا بھی نہیں تھا۔

دفعتاً "فون کی گھنٹی بجی۔ وہ بے زاری سے اٹھی اور گھوم کر سائڈ ٹیبل تک آئی۔ فارس کا موبائل بج رہا تھا' اوپر لکھا آرہا تھا "میڈم زمر"۔ زرتاشہ کے لب بھینچ گئے' آنکھوں میں عجیب سی ناگواری ابھری' چند لمحے وہ فون کو دیکھتی رہی' پھر جھپٹ کر اٹھایا۔ زور سے بٹن پریس کر کے کان سے لگایا۔

"جی فرمائیے؟"

"میں ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر زمر یوسف بات کر رہی ہوں۔" زمر کہتے ہوئے ذرا جھجکی۔ "مجھے فارس سے بات کرنی ہے۔"

"میں فارس کی بیوی بول رہی ہوں' آپ کو فارس سے کیا بات کرنی ہے؟" زرتاشہ کا لہجہ خشک اور سرد

تھا۔ زمر لمحے بھر کے لیے چپ ہو گئی۔

"کیسی ہیں آپ زرتاشہ؟"

"فی الحال تک تو ٹھیک ہوں۔ لیکن جس طرح آپ میرے شوہر کے ساتھ بی ہیو کر رہی ہیں' مجھے نہیں لگتا کہ اگلی دفعہ ہم اتنی ہی خوشگواری سے بات کر سکیں گے۔" لائن پر چند لمحے کی خاموشی چھائی رہی' پھر زمر کی آواز ابھری تو اس میں گہرا تعجب تھا۔

"سوری۔ میں آپ کی بات سمجھی نہیں؟"

"حالانکہ آپ کو سمجھنا چاہیے تھا کہ میرا شوہر بے گناہ ہے۔ پھر بھی جس طرح آپ اس کیس کو پرسیو کر رہی ہیں' جس طرح آپ میرے شوہر کو بار بار مجرم ثابت کرنے پہ تلی ہیں' اس سب سے مجھے یہی لگتا ہے کہ آپ اس سے کوئی پرانا بدلہ اتار رہی ہیں۔ آخر میرے شوہر نے آپ کا کیا بگاڑا ہے؟" وہ بمشکل غصہ ضبط کر کے کہے جا رہی تھی۔ اتنے دنوں کا اندر ابلتا لاوا کسی نہ کسی طرح پھٹنا ہی تھا۔ دوسری جانب زمر اچنبھے اور حیرت سے فون کو دیکھ کر رہ گئی' پھر اس کے تاثرات بھی سخت ہو گئے' آواز سپاٹ ہو گئی۔

"میں بالکل بھی سمجھ نہیں پا رہی آپ کس طرف اشارہ کر رہی ہیں' میں صرف اور صرف فارس اور سعدی کی مدد کرنا چاہ رہی تھی' بہرحال جب فارس مجھ سے بات کرنے کے لیے فارغ ہو جائیں تو انہیں بتا دیجیے گا کہ انہوں نے کل مجھے اپنی ایلی بائی سے ملوانا ہے۔ اور ہاں ان سے کہیے گا کہ اگلی کال وہ ہی مجھے کریں گے' کیونکہ میرے پاس فی الحال کرنے کو اور بہت سے کام پڑے ہیں۔" کھٹ سے فون بند ہو گیا۔

زرتاشہ طیش سے فون کو دیکھ کر رہ گئی' پھر زور سے واپس پھینکا۔ باتھ روم کا دروازہ کھلا تو وہ چونک کر مڑی' فارس باہر نکل رہا تھا' تولیے سے گیلے بال رگڑتا' اس کی آنکھوں اور چہرے پہ شدید اضطراب سا تھا۔ یقیناً" اس نے یہ گفتگو نہیں سنی تھی' وہ قریب آیا تو زرتاشہ نے بمشکل چہرے کے تاثرات نارمل کیے' ہلکا سا مسکرائی۔

"میڈم پراسیکیوٹر کا فون آیا تھا۔ وہ چاہتی ہیں کہ آپ انہیں کال بیک کر لیں۔" فارس نے ذرا چونک کر اسے دیکھا۔ آنکھیں سکیڑ کر اس کے تاثرات پہ غور کیا۔

"اور کیا کہہ رہی تھیں؟"

"کچھ خاص نہیں" وہ گھوم کر بیڈ کے دوسری طرف چلی گئی۔ ڈریسنگ مرر کے سامنے بیٹھی' اور برش اٹھا کر بالوں میں اوپر سے نیچے پھیرنے لگی۔ البتہ چہرے پہ ہلکی سی گھبراہٹ تھی' دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ فارس جیسے آدمی کو دھوکا دینا کم از کم زرتاشہ کے لیے اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ رخ پھیر کر بیٹھی آئینے میں اس کو دیکھتی رہی۔ فارس اب فون پہ نمبر ملا کر اسے کان سے لگا رہا تھا۔ پھر پلٹ کر وہ کمرے سے ملحقہ بالکونی میں جا کھڑا ہوا۔ زرتاشہ کی سماعتیں وہیں لگی تھیں۔ بالوں میں ہیئر برش پھیرتا ہاتھ رک گیا۔

"جی السلام علیکم! میڈم کیسی ہیں آپ؟ آپ کا فون آیا تھا۔" اسے فارس کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ وہ ہیئر برش رکھ کے دبے قدموں اٹھی اور چوکھٹ میں جا کھڑی ہوئی' فارس کی اس کی طرف پشت تھی۔ سامنے لان نظر آتا تھا اور اس کے پار ہاشم کے کمرے کی بالکونی' ہاشم کا کمرہ ہمیشہ ہی اونچائی پہ ہوتا تھا اور ان کا کمرہ نشیب میں' یہ فرق زرتاشہ کو آج پہلے سے زیادہ محسوس ہوا تھا۔

"جی شیور میم! میں کل آپ کو اس سے ملوا دوں گا۔ ٹائم اور جگہ میں آپ کو ٹیکسٹ کر دیتا ہوں۔"

"اوکے۔" فارس شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا۔ مگر دوسری جانب سے غالباً" خشک لہجے میں کی گئی بات کاٹ دی گئی تھی' تب ہی وہ خاموش ہو گیا اور پھر فون بند کر دیا جب وہ پلٹا تو زرتاشہ کو وہیں کھڑا پایا۔

"کیا کہہ رہی تھیں؟" اس نے بظاہر انجان سی بن کر پوچھا' دل البتہ زور زور سے دھڑک رہا تھا۔ فارس فون بند کرتا آگے آیا' ذرا سے کندھے اچکائے' خود بھی کچھ الجھا ہوا سا تھا۔

"کل مجھے انہیں اپنی ایلی بائی سے ملوانا ہے۔ اس کا بتا رہا تھا۔" پھر خاموش ہو گیا' جیسے اسے بھی زمر کے

خشک جواب پہ پہلے سے زیادہ حیرت ہوئی تھی' یا پھر شاید اسے برا لگا تھا۔ کیا واقعی زمر اس کو مجرم سمجھ رہی تھی؟

"کیا آپ کو یہ لگتا ہے کہ ڈی اے آپ کو مجرم سمجھتی ہے؟" زرتاشہ ذرا سی ذرا احتیاط سے اس کا چہرہ دیکھتی قریب آئی' وہ جو بیڈ کے کنارے بیٹھ گیا تھا چونک کر سر اٹھا کر اسے دیکھا' چہرے کے تاثرات ذرا نرم پڑے۔ آخر وہ اس کی بیوی تھی' اس کی سوچ پڑھ سکتی تھی' اس نے مبہم سا اثبات میں سر ہلایا "شاید۔"

زرتاشہ کو ذرا تقویت ملی۔ گردن اٹھا کر پہلے سے زیادہ اعتماد سے وہ قریب آئی' اس کے کندھے پہ نرمی سے ہاتھ رکھا۔

"زمر جو بھی کہے میں جانتی ہوں' آپ نے کچھ نہیں کیا اور میں جانتی ہوں کہ آپ مجرم نہیں ہیں۔ یقیناً" کوئی اس میں آپ کو پھنسا رہا ہے۔" فارس کے تاثرات کی نرمی بڑھتی گئی' اس نے ہلکا سا مسکرا کر سر کو خم دیا' ایسی مسکراہٹ جس میں سوگواریت بھی تھی اور زخمی پن بھی۔

"تھینک یو زرتاشہ! تمہاری سپورٹ میرے لیے بہت معنی رکھتی ہے۔" وہ بھی جواباً" مسکرا دی' البتہ وہ پہلے سے زیادہ مضطرب تھی' اس کو کیا چیز تنگ کر رہی تھی؟ ہاشم کا ایک بے معنی' بے سبب سا جملہ؟ کیا بس یہی زرتاشہ کو تنگ کر رہا تھا؟

اس نے سر جھٹکنا چاہا مگر سوچوں کو جھٹکنا اتنا آسان نہ تھا۔

ڈریسنگ ٹیبل کی دراز میں میری اینجیو کے ہاتھ بھجوائی گئی ویڈیو سی ڈی رکھی تھی' چونکہ شہرین نے بھجوائی تھی اس لیے خاور کو پتا نہیں چل سکا' اور نہ ہی ہاشم کو۔ اس نے سوچا کہ وہ کل اسے دیکھے گی۔ ہاں کل!

☼ ☼ ☼

لمحوں سے اب معاملہ کیا ہو
دل پہ اب کچھ گزر رہا بھی نہیں

جس وقت زمر نے فارس کا فون بند کیا وہ گھر میں داخل ہو رہی تھی' اس کے چہرے پہ عجیب سی بے زاری اور قدرے ناگواری تھی۔ موبائل پرس میں رکھتے ہوئے وہ منہ میں کچھ بڑبڑائی' جیسے وہ اس سارے کھڑاگ سے تنگ آ رہی تھی' مگر سعدی۔۔۔ صرف سعدی کے لیے اسے یہ سب کچھ عرصہ مزید برداشت کرنا تھا۔ پتا نہیں شادی کے بعد کیا ہو گا؟ اف۔۔۔!!

مین ڈور کھول کر وہ راہداری میں آئی پھر ڈرائنگ روم کے قریب سے گزرتی وہ ٹھہری' جالی دار پردے کے پار مہمانوں کی باتیں اور چہرے دکھائی دے رہے تھے۔ ذرا اوٹ میں ہو کر اس نے دیکھا' یہاں سے صرف سامنے صوفے پہ بیٹھا حماد دکھائی دے رہا تھا۔ خوش شکل سا نوجوان' جس کی آنکھوں پہ گلاسز تھے مگر اس وقت وہ قدرے غیر مطمئن سی صورت حال میں بیٹھا ہوا تھا۔ باقی اس کی والدہ کا چہرہ تو یہاں سے دکھائی نہیں دے رہا تھا' مگر ان کی آواز وہ بہرحال سن سکتی تھی۔ وہ بڑے ابا سے کہہ رہی تھیں۔

"ہمیں بخوبی احساس ہے کہ آپ کے خاندان کی بہت قریبی وفات ہوئی ہے' لیکن آپ بھی خیال کیجیے کہ ہمارے کارڈز بٹ چکے ہیں' ہمارے سارے مہمان آ چکے ہیں' کتنے ہی لوگوں نے باہر سے آنا تھا' وہ چھٹی لے کر آئے ہیں' وہ اس سے زیادہ ٹھہر بھی نہیں سکتے' ایسے میں ہم بھی مجبور ہیں۔"

"میں بالکل سمجھ سکتا ہوں آپ کی ساری بات' میں آپ کو شادی آگے کرنے کا بھی نہیں کہہ رہا' شادی اسی دن ہو گی جو کارڈز پہ لکھا ہے' میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ ہم اس شادی کو قدرے سادگی سے بھی کر سکتے ہیں۔ بجائے بے حد دھوم دھام کے۔"

"ہمارا ایک ہی ایک بیٹا ہے' کیا ہمیں کوئی حق نہیں ہے کہ ہم اپنے تمام ارمان اس پہ پورے کر سکیں؟ آپ جانتے ہیں کہ وہ تین بہنوں کا اکلوتا بھائی ہے اس میں سب کی خوشی شامل ہے۔"

"وہ سب ٹھیک ہے' آپ ولیمہ پر اپنے تمام ارمان

پورے کرلیجیے گا۔ لیکن صرف اپنی طرف کے فنکشنز ہم سادگی سے سرانجام دینا چاہتے ہیں' یہ ڈیتھ ہمارے خاندان کے لیے ایک بہت بڑا دھچکا تھی۔ میں نہیں چاہتا ہمارے کسی بھی عمل سے میری بہو اور پوتے اپ سیٹ ہوں۔" بڑے ابا بہت متانت اور بارعب لہجے میں ان کو اپنا مدعا سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ کوئی لاحاصل سی بحث تھی جو زمر کو مزید بے زار کررہی تھی۔

دفعتاً" بے حد تکلف میں بیٹھے حماد کی نظر اس پہ پڑی تو وہ بدقت مسکرایا۔ زمر بھی اتنی ہی دقت سے مسکرائی' سر کو خم دیا اور پلٹ کر اندر چلی گئی۔ حماد سے بس اس کا اتنا ہی تعلق تھا۔ بظاہر رہی پسندیدگی کی بات تو اپنے جیسی بہت سی لڑکیوں کی طرح منگنی' نکاح' شادی جیسے لائسنس کے بعد اس کو پسندیدگی کا اختیار تو مل ہی چکا تھا۔ اچھا تھا وہ "اس کو پسند بھی تھا اور شادی کے حوالے سے امیدیں بھی بہت تھیں۔ لیکن وارث غازی قتل — یہ ایک واقعہ ہر چیز بدل رہا تھا۔ کمرے میں آکر اس نے موبائل کھولا' فارس کی ابھی ابھی اٹینڈ کی ہوئی کال کا ریکارڈ دیکھا۔ زرتاشہ کی باتیں ذہن میں دوبارہ سے گونجیں' چہرے پہ آئی ہوئی تلخی مزید بڑھ گئی۔ بے دلی سے اس نے فون پرے رکھ دیا۔ تبھی وہ دوبارہ سے بجا۔ زمر نے کال اٹھائی' یہ آفس سے تھی۔

"اچھا... ہوں... ٹھیک ہے میں سمجھ گئی' مجھے معلوم ہے کہ وارث غازی کا باس اس طرح اپنی کلاسیفائیڈ فائلز نہیں دے گا۔ کل پیشی کی تیاری کرو۔ ہم کورٹ سے آرڈر لیں گے ان کی فائلز کو کھلوانے کے لیے' آخر ہم نے ان کو بھی تو شامل تفتیش رکھنا ہے' اگر فارس غازی ٹھیک کہہ رہا ہے کہ اس مرڈر کا تعلق اس کیس سے ہے جس کی تفتیش مقتول کر رہا تھا تو ہمیں کورٹ سے آرڈر لازمی لینا ہے۔ سمجھ گئے؟ اوکے!" فون بند کرکے زمر نے پہلے سے زیادہ بے دلی سے اسے بیڈ پہ پھینکا' اور کنپٹی دونوں انگلیوں سے مسلتی' سر ہاتھوں میں گرا کر وہیں بیٹھی رہی۔

☼ ☼ ☼

اور بات کہ بازی اسی کے ہاتھ رہی
وگرنہ فرق تو لے دیے کے ایک چال کا تھا

وہ صبح پہلے سے زیادہ تعفن زدہ تھی۔ حبس' گھٹن اور فضا میں چھائی عجیب سی سڑاند۔ ایسے جیسے دور کہیں زیر زمین کوئی چیز جل رہی ہو' بھن رہی ہو۔ کوئی نادیدہ شے۔

آفس سے نکلتے ہوئے زمر نے کار کی طرف جاتے ہوئے موبائل دیکھا' فارس نے صبح اسے ہوٹل کا نام ایس ایم ایس کردیا تھا' ساتھ ہی کال کرکے تاکید بھی کردی تھی' یہ وہ جگہ تھی جہاں اسے فارس کی ایلی بائی سے ملنا تھا۔ وقت قریب تھا' دوبارہ سے ہوٹل کا نام ذہن نشین کرنے کے لیے اس نے میسج کھولا ہی تھا کہ موبائل بجا۔ فارس کا نمبر آرہا تھا' اس نے کار کا دروازہ کھولتے ہوئے فون کان سے لگایا۔

"میں فارس نکلنے ہی والی..."

"چینج آف پلان... ہوٹل نہیں اس کے سامنے ریسٹورنٹ ہے وہاں آجایئے زمر! میں تفصیلات ایس ایم ایس کررہا ہوں۔" اور فون بند۔ زمر کے ابرو تعجب میں بھنچے' وہ فارس ہی تھا' مگر اس کا انداز کچھ عجیب سا تھا' مختلف سا۔ ایسا نہیں تھا کہ اس نے کبھی اس طرح دوٹوک بات نہیں کی تھی' مگر ایسا بھی نہیں تھا کہ زمر کی بات سنے بغیر فون کاٹ دیا ہو۔ اسے کچھ ناگوار گزرا۔ شاید کل اس کے خشک اور مختصر انداز گفتگو کی وجہ سے اس نے اس طرح بات کی ہو۔ خیر' سر جھٹک کر اس نے کار اسٹارٹ کی اور مرر میں اپنا چہرہ دیکھا۔ بھوری آنکھوں میں سنجیدگی تھی اور ناک کی لونگ چمک رہی تھی۔ گھنگھریالے بال جوڑے میں بندھے تھے۔ وہ ہر روز کی طرح آج بھی ماندہ دم نظر آرہی تھی۔

ہاشم اپنے آفس میں پاور چیئر پر ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔ کوٹ کرسی کی پشت پہ پھیلا تھا۔ کف موڑ رکھے تھے۔ بالکل تھکے تھکے' خون سے نچڑے چہرے کے

ساتھ وہ میز پہ کھلے لیپ ٹاپ کو دیکھ رہا تھا۔ خاور سے رابطہ مسلسل جڑا تھا۔ وہ فارس اور زمر کی کال سن سکتا تھا۔ آنکھوں میں البتہ ناخوشی تھی' جب کال ختم ہوئی تو وہ آگے کو جھکا اور مائیک میں بولا۔

"یہ فارس کا لہجہ بالکل نہیں تھا۔ وہ پہچان جائے گی۔"

"سر! یہ قریب ترین ہے۔ اس سے زیادہ مشابہت ممکن نہیں' ہم آواز کاپی کرسکتے ہیں' لہجہ نہیں۔ آپ جانتے ہیں ہر آواز کا ایک مختلف وائس پرنٹ ہوتا ہے۔ اسی لیے میں ان ریکارڈنگز کو دوٹوک رکھ رہا ہوں' تاکہ وہ لہجے پہ غور نہ کرسکے۔" وہ اپنے کام کا ماہر تھا' مگر ہاشم بے حد چڑچڑا ہو رہا تھا۔

"اگر کوئی گڑبڑ ہوئی تو میں تمہیں اپنے ہاتھوں سے شوٹ کروں گا خاور!" وہ سخت بدمزہ اور مضطرب ہو کر مٹھی بھینچتا واپس پیچھا ہوا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سا کرب تھا' غصہ تھا' گلٹ تھا۔ ہاشم کے پاس اس وقت ہر چیز تھی' سوائے سکون کے۔

ہوٹل کے کمرے میں خاور کھڑکی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ پردہ ہٹا تھا۔ گن اسٹینڈ پہ کھڑی تھی۔ اس نے باریک دستانے پہن رکھے تھے' جن کی انگلیوں کے پوروں کی جگہ پہ باریک پلاسٹک چپکا تھا۔ اس پلاسٹک پہ فارس کے فنگر پرنٹس تھے۔ وہ جہاں جہاں ہاتھ لگاتا' وہاں فارس کے نشان لگتے جاتے جو بعد میں پولیس تلاش کرلے گی۔ بہت احتیاط سے وہ گن کو اسٹینڈ سے فکس کررہا تھا۔ اتنی احتیاط سے کہ اس پہ موجود فارس کے اصلی فنگر پرنٹس خراب نہ ہوں۔ (یہ گن اس نے فارس کے گھر کی بیسمنٹ سے اٹھائی تھی۔) گن سیٹ کرکے اس نے نال میں سے دیکھا' نشانہ باندھا۔ دور نیچے بنے ریسٹورنٹ کی شیشے کی دیوار سامنے تھی۔ وہاں پہ کارنر میں ایک ٹیبل دیکھا' ہر چیز پلان کے مطابق جارہی تھی۔ وہ مڑا' لیپ ٹاپ پہ چند کیز دبائیں' کال جانے لگی۔

زرتاشہ انیکسی کے برآمدے میں کرسی پہ بیٹھی اداسی سے سامنے کھڑے بلند و بالا محل کے عقب کو دیکھ رہی تھی' وہیں پہ ہاشم کی بالکونی تھی اور نیچے شہرین اپنی دو سالہ بیٹی سونیا کی انگلی پکڑے اس سے باتیں کرتی' کسی بات پہ ہلکا سا ہنستی گھاس پہ چل رہی تھی۔

"شہرین نے ٹائٹس پہ ڈھیلی سی ڈیزائنر شرٹ پہن رکھی تھی' جس کے ایک کندھے سے آستین نیچے تک لٹکتی تھی۔ گردن میں پتھروں کی لمبی سی مالا تھی۔ سب برانڈڈ تھا اور وہ جانتی تھی کہ سب کتنا قیمتی ہوگا۔ فارس کی تین مہینے کی تنخواہ سے بھی کئی گنا زیادہ قیمتی۔ مگر نہیں' وہ چاہتا تو بہت کچھ افورڈ کرسکتا تھا' اگر وہ بلیک میں خریدی گئی سات آٹھ لاکھ کی گن خرید سکتا ہے تو اس کو پارٹی کے لیے دو لاکھ کی ساڑھی بھی دلا سکتا تھا' مگر نہیں..."

زرتاشہ یاسیت سے دیکھتی رہی' دفعتاً" دور کھڑی شہرین نے اسے دیکھا۔ سورج کی روشنی کے باعث ماتھے پہ ہاتھ کا چھجا بنا کر آنکھیں سکیڑ کر دیکھا' پھر ہاتھ ہلایا' مسکرا کر تفاخر سے' تمسخر سے۔ زرتاشہ پھیکا سا مسکرائی "اور ہاتھ ہلایا۔ شہرین آگے بڑھ گئی۔ وہ اونچائی پہ تھی' یہاں سے ڈھلان آجاتی' زرتاشہ اوپر دیکھتی رہی' وہ اوپر دیکھنے کی عادی تھی۔

پھر وہ بے دلی سے اٹھی' سامنے رکھا لیپ ٹاپ اور ویڈیو سی ڈی اٹھا کر اندر لے آئی۔ ساری ویڈیو وہ دیکھ چکی تھی۔ خاور جو عموماً" ہاشم کے آگے پیچھے' کہیں نہ کہیں نظر آجاتا تھا' ادھر درمیان میں ایک لمبے دورانیے کو غائب تھا۔ مگر غائب تو فارس بھی تھا۔ اس سے کچھ ثابت نہیں ہوتا تھا۔ اور وہ خاور کو زیادہ دیکھ بھی نہیں رہی تھی۔ جس منظر میں زمر ہوتی' کم از کم اس میں وہ کسی اور کو نہ دیکھتی۔

تب ہی موبائل بجا۔ اس نے دیکھا۔ غیر شناسا نمبر تھا۔ برے دل سے اٹھایا۔

"جی؟"

"میں ایک ریسٹورنٹ کا ایڈریس ایس ایم ایس کر رہا ہوں' جہاں پر اس وقت آپ کے شوہر ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر زمر صاحبہ کے ساتھ لنچ کررہے ہیں۔ اگر آپ کو یقین نہیں آتا تو خود آکر دیکھ لیں۔"

غیر شناسا آواز میں کہہ کر فون بند کر دیا گیا۔ وہ "نہیں ہیں" کرتی رہ گئی، پہلے تو کچھ سمجھ ہی نہ آیا اور پھر سمجھ آنے پر وہ تیزی سے اٹھی۔ چہرے پہ شدید قسم کا طیش غصہ اور الجھن سی بکھر گئی۔ فارس نے اس سے ملنا ہی تھا۔ یہ تو وہ جانتی تھی، لیکن کسی ریسٹورنٹ میں لنچ یہ دو الفاظ اس کو بری طرح کھب گئے تھے۔ اور وہ زرتاشہ تھی، اسے حقیقت جانتی تھی۔ اس کو اپنے دل میں موجود شک کے کیڑے کو نکالنے کے لیے کچھ تو کرنا تھا۔

اس نے موبائل اٹھایا اور فارس کو کال ملائی۔ ایک گھنٹی بجی پھر دوسری، اس نے فون اٹھا لیا۔

"ہاں زرتاشہ بولو؟"

"آپ کدھر ہیں؟" قدرے ہچکچاہٹ سے اس نے پوچھا۔ ساتھ میں اسے خود پر افسوس ہونے لگا، وہ کیسے کسی اجنبی کی کال پہ اعتبار کر سکتی تھی؟

"میں کام سے آیا ہوا ہوں باہر، کوئی کام ہے؟"

"نہیں، بس میں آپ کا پتا کرنا چاہ رہی تھی۔ آج آپ نے پراسیکیوٹر سے ملوانا تھا اس لڑکی کو، وہ سب ہو گیا خیر سے؟"

"ہاں مگر میڈم ابھی تک نہیں آئیں۔ میں اور حنین، علیشا کے کمرے میں ان کا انتظار کر رہے ہیں۔"

"ہوٹل میں یعنی کہ۔۔۔؟" اس کی بات ختم بھی نہیں ہوئی تھی کہ فارس نے "بائے" کہہ کر فون بند کر دیا۔ وہ ایک دم کلس کر رہ گئی، پھر موبائل رکھ کر ایک نئے ارادے سے اٹھی۔

ہوٹل کے کمرے میں خاور تیار بیٹھا تھا۔ اس کی نظریں گھڑی کی سوئیوں پہ تھیں، اپنے ٹارگٹ کے انتظار میں وہ لمحے گن رہا تھا۔ لیپ ٹاپ پہ ہاشم سے رابطہ فی الحال خاموش تھا۔ یہ نہیں تھا کہ ہاشم دوسری جانب موجود نہیں تھا، ہاشم بس چپ تھا۔ بالکل چپ۔ وہ دونوں منتظر تھے کسی کی زندگی کی تحریر لکھنے کے لیے

خاور کے ہوٹل کے کمرے سے ملحقہ کمرے میں علیشا قدرے مضطرب سی کرسی پہ بیٹھی تھی۔ وہ وقفے وقفے سے سامنے خاموش بیٹھی حنین اور مقابل مضطرب سے ٹہلتے فارس کو دیکھتی۔ اس کے اپنے چہرے پہ بھی تفکر چھایا تھا۔

"میں عدالت نہیں جاؤں گی، میں خود کو کسی خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتی۔" اس نے انگلیاں مروڑتے ہوئے بات کا آغاز کیا۔ فارس نے رک کر جیسے بہت ضبط سے اسے دیکھا۔

"کم از کم ابھی کے لیے تمہیں پراسیکیوٹر کے سامنے میری ایلی بائی مضبوط کرنی ہے کیونکہ یہ سچ ہے، میں قتل کے وقت ادھر ہی تھا۔"

"لیکن میں عدالت نہیں جاؤں گی۔"

"وہ بعد کی بات ہے۔"

مگر علیشا بے چین ہو رہی تھی۔

"حنین بھی تو تھی اس رات ہمارے ساتھ۔ کیا صرف حنین گواہی نہیں دے سکتی؟" اسے کوئی چیز بہت زیادہ پریشان کر رہی تھی۔

"میں سولہ سال کی لڑکی ہوں، ان کی رشتے دار ہوں میں کریڈیبل (قابل اعتماد) گواہ نہیں ہوں۔" حنین نے پہلی دفعہ گفتگو میں مداخلت کی، اور وہ بھی کافی اعتماد سے۔ فارس اور علیشا دونوں نے اسے دیکھا۔ حنین نے شانے اچکائے۔

"ایلی مک بیل، دی گڈ وائف، بوسٹن لیگل وغیرہ دیکھ کر اتنا تو پتا چل ہی جاتا ہے۔"

"وہ سب ٹھیک ہے لیکن میں کہوں گی کیا؟ مجھے سب کچھ بہت عجیب سا لگ رہا ہے، کہیں میں تو کسی مسئلے میں نہیں پڑوں گی؟" علیشا اب بھی ہچکچا رہی تھی۔ "کیونکہ اگر میں کسی مسئلے میں پڑی تو میں آپ کو ابھی سے بتا رہی ہوں میں اس سب سے نکل جاؤں گی۔"

"کم از کم آج کے لیے تم اس سب سے کہیں نہیں نکل رہیں۔" فارس نے کافی سختی سے اس کا چہرہ دیکھ کر کہا۔ جہاں ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا۔ پھر گہری سانس لی، سامنے صوفے پہ آ کر بیٹھا اور سمجھانے والے مگر دوٹوک انداز میں بولا۔

"یہ نیٹ جیو والی کہانی پراسیکیوٹر کو مت سنانا، تم بس ایک ٹورسٹ کے طور پر یہاں آئی ہو اپنی دوست سے ملنے، بات ختم۔ سمجھ آئی؟"

علیشا کے چہرے پر ندامت سی پھیل گئی، مگر اس نے سر ہلا دیا۔ "اوکے۔"

فارس بے چینی سے اٹھ کر آگے پیچھے ٹہلنے لگا۔ پھر گھڑی دیکھی۔ حنین نے اس کی کیفیت دیکھ کر کہا۔

"آپ پھپھو۔۔۔ کو کال کر لیں۔" فارس نے سر ہلا کر فون نکالا، کال ملا کر کان سے لگایا۔ گھنٹی جانے لگی۔

ملحقہ کمرے میں موجود خاور کے لیپ ٹاپ پہ سگنل آنے لگا۔ فارس کے نمبر سے کال جا رہی تھی۔ اس نے چند کیز دبائیں، کال کا رستہ کاٹا اور فارس کو فون بند ہونے کا پیغام ملنے لگا۔ اس نے سر جھٹک کر موبائل جیب میں ڈال لیا۔

"یقیناً وہ آ رہی ہوں گی۔" حنین نے خاموشی سے سر کو خم دیا، وہ اس کارروائی میں فارس کا ساتھ ضرور دے رہی تھی، البتہ وہ خوش نہیں تھی۔ اسے زمر کا فارس کے اوپر شک کرنا، علیشا کا اس سارے معاملے میں گھسیٹے جانا، سعدی کی بے چینی، ہر چیز ناخوش کر رہی تھی۔ کتنا ہی اچھا ہوتا اگر زمر صرف اس کی بات کا اعتبار کر لیتی، مگر اس نے صاف بے رخی سے کہہ دیا تھا کہ وہ اس کیس میں کسی کی رشتہ دار نہیں ہے۔ حنین نے یہ سب یاد کر کے ناگواری سے سر جھٹکا۔ آنکھیں ابھی تک سرخ، متورم تھیں، پہلے وارث ماموں کا غم، اور اس کے بعد شروع ہونے والا یہ عجیب سا پولیس، کچہری، قانون کا چکر۔۔۔

☼ ☼ ☼

مرحلے اور بھی تھے جاں سے گزرنے کے لیے
کربلا کس نے پس کرب و بلا بھیجی ہے

زمر نے کار ریسٹورنٹ کے باہر روکی، موبائل اور پرس اٹھا کر باہر نکلی۔ ادھر ادھر دیکھا۔ دروازے کے قریب میز پر ریزروڈ لکھا، یہاں سے بھی نظر آ رہا تھا۔ وہ ریسٹورنٹ کا گلاس ڈور کھول کر اندر آئی۔ ویٹر سے اس میز کے متعلق پوچھا، یہ معلوم ہونے پر کہ وہ اسی کے نام ریزروڈ ہے، وہ وہاں بیٹھ گئی۔ پھر گھڑی دیکھی، وہاں ابھی تک کوئی نہیں تھا۔ اس نے کافی آرڈر کی۔ اور پھر انگلیاں آپس میں مسلتے ہوئے انتظار کرنے لگی۔

کیا وہ واقعی ٹھیک کر رہی تھی؟ کیا واقعی اسے فارس کے ایلی بائی سے ملنے یہاں تک آنا چاہیے تھا؟ اصولاً تو فارس کو چاہیے تھا کہ وہ اس لڑکی کو اس سے ملوانے لے کر آتا۔ لیکن کوئی بات نہیں، وہ اپنی حجت تمام کر لے۔ وہ سعدی کو دکھا دے کہ وہ واقعی اس کے ماموں کے لیے کوشش کر رہی ہے۔ لیکن کیا یہ سب دکھانے کا کوئی فائدہ ہو گا؟ کیا واقعی اس کے اوپر سے خود غرضی کا لیبل اترے گا؟

ان تمام سوچوں سے سر جھٹک کر زمر نے اپنی توجہ ویٹر کی طرف مبذول کی، جو اب کافی لا کر سامنے رکھ رہا تھا۔ جب تک اس نے کپ اٹھایا، سامنے سے کوئی آتا دکھائی دیا۔ زمر نے چونک کر ادھر دیکھا۔ وہ زرتاشہ تھی، سیاہ لباس پہ سرمئی دوپٹہ گردن میں لپیٹے وہ خاموش نظروں سے دیکھتی قریب آئی، کرسی کھینچی، سامنے بیٹھی، کہنیاں میز پہ رکھیں، ہتھیلی پہ تھوڑی ٹکائی، کافی کینہ توز نظروں سے زمر کو دیکھنے لگی۔ زمر قدرے غیر مطمئن انداز میں کرسی کے کنارے پہ آگے ہوئی، سر کے خم سے سلام کیا اور پوچھا۔

"فارس کہاں ہے؟"

زرتاشہ نے ہلکے سے شانے اچکائے اور زمر کو بدستور بنا پلک جھپکے دیکھتے ہوئے بولی۔

"یہ تو آپ کو معلوم ہونا چاہیے۔ کیا آپ نے ابھی ان کے ساتھ لنچ نہیں کیا؟"

"لنچ؟ میں تو کافی دیر سے ان کا انتظار کر رہی ہوں، انہوں نے مجھے یہاں بلایا تھا، مجھے کسی سے ملوانا تھا۔"

"لیکن مجھے تو یہاں کوئی نظر نہیں آ رہا، آخر کس سے ملوانا تھا ان کو؟"

"اپنی ایلی بائی سے، قتل کے وقت وہ جس کے ساتھ تھے۔" زمر کو اب کچھ بہت برا لگ رہا تھا۔ مگر نہ وہ اپنے

محسوسات سمجھ پا رہی تھی نہ زرتاشہ کا رویہ، جو عجیب نظروں سے اس کو دیکھ رہی تھی۔

"آپ کے لیے کچھ آرڈر کروں؟" زمر نے کہتے ہوئے ویٹر کو اشارہ کیا۔ وہ قریب آیا تو زرتاشہ نے اس پر سے نگاہ ہٹائے بغیر مکس جوس کا آرڈر دیا۔ وہ سر ہلا کر چلا گیا۔ زمر نے دوبارہ گھڑی دیکھی اور پھر موبائل کو۔ آخر فارس کہاں رہ گیا؟ اور آخر اس نے اپنی بیوی کو یہاں پہ کیوں بلا لیا؟ اس کے دل میں تو کوئی گلٹ نہیں تھا، وہ تو اس کا پرانا اسٹوڈنٹ تھا اور کچھ بھی نہیں۔ اور ہاں وہ سعدی کا ماموں بھی تھا۔ مگر پھر بھی زرتاشہ کا انداز کچھ عجیب سا تھا، جیسے وہ کوئی "دوسری" عورت ہو۔

دوسری جانب زرتاشہ مسلسل اسے دیکھے جا رہی تھی۔ اندر ہی اندر کوئی لاوا سا پک رہا تھا۔ اسے یقین ہو چکا تھا کہ وہ فون زمر نے ہی اسے کروایا تھا۔ فارس پہ شک، اور باقی سب، وہ صرف فارس کی توجہ کے لیے اس کا گھر خراب کرنے کے لیے کر رہی تھی۔ اسے سامنے بیٹھی گھنگھریالے بالوں والی "کافی کا مگ گھونٹ گھونٹ پیتی لڑکی بہت بری لگی۔

"آپ کی اور فارس کی منگنی ہوتے ہوتے رہ گئی تھی، یہ سچ ہے نا؟" زرتاشہ نے اچانک سے سوال کیا تھا۔ زمر کو حیرت اور شاک کا ایک جھٹکا لگا۔ وہ یک ٹک اسے دیکھنے لگی۔ کپ میز پہ آواز کے ساتھ رکھا۔

"زرتاشہ؟" اندر ایک ابال سا اٹھا، حیرت اور پھر غصہ۔ بمشکل وہ ضبط کر پائی۔ "آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے، ایسا کچھ نہیں تھا۔"

"آپ انکار کیوں کر رہی ہیں؟ فارس نے خود اس بات کی تصدیق کی تھی کہ وہ آپ سے شادی کرنا چاہتے تھے، لیکن کسی وجہ سے ایسا نہیں ہو سکا۔" ابرو اچکا کر وہ بولی۔ اس کے انداز میں جیلسی تھی، معصوم سی جیلسی۔

زمر بالکل سن رہ گئی۔ اندر کوئی جوار بھاٹا سا پکنے لگا، اس نے سنا تھا کہ کچھ مرد بیویوں پہ دھاک بٹھانے کو کہتے ہیں کہ خاندان کی فلاں اور فلاں لڑکی مجھ پہ مرتی تھی، یہ اور وہ۔ مگر فارس سے اس قسم کی بات کی توقع نہ تھی، اس کا دل مزید برا ہوا۔

"یہ انتہائی احمقانہ بات ہے۔ ابھی فارس آنے ہی والا ہوگا، آپ میرے سامنے یہ بات ان سے پوچھ لیجیے گا۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میری شادی تیار ہے۔ ایسے وقت میں اس قسم کی بات آپ کو کرنا اور مجھے سننا زیب نہیں دیتا۔"

وہ شدید برہمی سے بولتی رخ موڑ کر دوسری جانب دیکھنے لگی۔ وہ دو عورتیں غلط وقت اور غلط موقع پہ غلط موضوع چھیڑ بیٹھی تھیں۔ زرتاشہ نے ہلکے سے شانے اچکائے۔

"جو آپ کہیں۔"

وقت گزرتا جا رہا تھا اور فارس کا کوئی نام و نشان نہ تھا۔ زمر نے کوئی دسویں دفعہ گھڑی دیکھی، پھر سرد لہجے میں زرتاشہ کو دیکھے بنا بولی۔

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ فارس وقت اور وعدے کا اتنا کچا ہے۔ اس وقت اس کو یہاں پر ہونا چاہیے تھا، مجھے اور بھی بہت سارے کام کرنے ہیں۔"

"میں نہیں جانتی وہ کدھر ہیں۔" زرتاشہ اب کے ذرا مدافعانہ انداز میں بولی۔ "مجھے تو ان ایگزیکٹ پتا بھی نہیں تھا کہ وہ ادھر آ رہے ہیں۔ میں تو یہاں شاپنگ کرنے آئی تھی، آپ کو دیکھا تو ادھر آ گئی۔"

وہ لمحے بھر کو رکی۔ اب اسے خیال آ رہا تھا کہ اگر فارس ادھر آ گیا اور اسے یہاں دیکھا تو پھر کس طرح وضاحت کر پائے گی؟ کیا پتا زمر نے یہ سب اس کو فارس کی نظروں سے گرانے کے لیے کیا ہو۔ لہجے کو ذرا دھیما کر کے اس نے بات جاری رکھی۔

"کل انہوں نے ذکر کیا تھا کہ انہیں آج آپ سے ملنا ہے، اسی لیے میرا خیال تھا کہ وہ یہیں آنے والے ہوں گے۔" زمر نے اس کی بات کو اہمیت نہیں دی۔ وہ اسی طرح نظر انداز کیے دوسری جانب دیکھتی رہی۔ اس کی فضول اور احمقانہ باتوں پہ ابھی تک اسے غصہ آ رہا تھا۔ اگر وہ کوئی مذاق تھا تو بہت برا مذاق تھا۔

اور تبھی فون کی گھنٹی بجی۔ فارس کا نمبر آ رہا تھا۔ زمر نے کال اٹھائی اور خشک لہجے میں بولی۔

"آپ کدھر ہیں فارس؟ میں آپ کا کتنی دیر سے انتظار کر رہی ہوں۔" چند لمحے خاموشی چھائی رہی، پھر آواز ابھری۔

"زمر آئی ایم سوری۔"

ہاشم نے لیپ ٹاپ پہ ابھرتے الفاظ سنے اور تھکے تھکے انداز میں سر کرسی کی پشت پہ گرا دیا۔

"جی؟ آپ نہیں آ رہے۔" زمر نے کہا مگر یوں لگتا تھا وہ نہیں سن رہا۔ وہ کہہ رہا تھا جو اسے کہنا تھا۔ کچھ عجیب تھا اس کے انداز میں، رک رک کر بولتا، بے تاثر سا انداز۔ مشینی آٹومیٹک۔

"میں تمہارے قریب ہی ہوں زمر! لیکن میں یہاں پہ آ نہیں سکتا، یہ میری مجبوری ہے۔ مجھے تمہیں اپنی ایلی بائی سے ملوانا تھا کیونکہ صرف تم ہی ہو، جسے میرے قاتل ہونے پہ شک ہے، مگر میرے پاس کوئی ایلی بائی نہیں ہے۔" زمر دھک سے رہ گئی۔ اس نے بے اختیار فون کو گھورا اور پھر دوبارہ کان سے لگایا۔

"فارس مجھے بالکل سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟" (اسے کب شک تھا فارس پہ؟ وہ سوال جواب تو تفتیش کا حصہ تھے، وہ کیا برا مان گیا تھا؟)

ہاشم میز کا سہارا لیے کرسی سے اٹھا اور پھر اسی کرسی کے قدموں میں اکڑوں، بے دم سا بیٹھ گیا۔ میز کی اوٹ میں، چھپ کر۔ سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ مگر فارس زمر کی بات سننے کے لیے بھی نہیں رکا۔ وہ کہے جا رہا تھا۔

"اور چونکہ میرے پاس کوئی ایلی بائی نہیں ہے تو اس کا ایک ہی مطلب ہے کہ وارث غازی کا قاتل میں ہی ہوں، اور میں اسے واقعی نہیں مارنا چاہتا تھا، لیکن مجھے ایسا کرنا پڑا کیونکہ وہ میری بیوی کے ساتھ مل کر مجھے دھوکا دے رہا تھا۔" زمر کا دماغ بھک سے اڑ گیا، اس نے بے یقینی سے سامنے بیٹھی زرتاشہ کو دیکھا جس کا جوس آ گیا تھا، اور وہ اسٹرا اس میں گھماتی کچھ مگن سی تھی، مگن سی۔ فارس کی بات پر اس سے ذرا ذرا جلن کا شکار، مگر پھر بھی اس کے چہرے پہ ایک معصومیت تھی، بچکانہ سا انداز۔

"فارس آپ۔۔۔ آپ کہاں ہیں؟" اسے لگا وہ مذاق کر رہا ہے۔

ہاشم اسی طرح، بند آنکھوں کو انگلیوں سے مسلتا، سر گھٹنوں میں دیے بیٹھا رہا۔ کرب سا کرب تھا۔

"آئی ایم سو سوری زمر! مگر میں وہاں ہوں جہاں مجھے ہونا چاہیے۔ مجھے اپنی بیوی اور اپنے بھائی دونوں کو ختم کرنا تھا، ایسا کیے بغیر مجھے کبھی بھی سکون نہیں آئے گا اور ہر چیز صحیح جا رہی تھی۔ میں سارا شک وارث کے متعلقہ کیس پہ ڈالنے میں کامیاب ہو رہا تھا مگر مجھے ایسا لگا کہ تمہیں مجھ پہ شک ہے، تو میں نے سوچا کہ میں شک کی تصدیق کر لوں۔ میں تمہیں بتا دوں کہ میرے پاس کوئی ایلی بائی نہیں ہے۔ تم اس کیس کی پراسیکیوٹر ہو، سوائے تمہارے ہر کوئی یہ سمجھتا ہے کہ وارث غازی قتل کیس میں سب سے زیادہ بھاگ دوڑ میں کر رہا ہوں تو میں بے گناہ ہوں، سوائے تمہارے کوئی بھی مجھ پہ شک نہیں کر رہا۔ اب ایسی صورت میں جبکہ تم وارث غازی کی متعلقہ فائلز نکلوانے کے لیے کورٹ سے آرڈر لینے جا رہی ہو، اگر کوئی تمہیں گولی مار دے تو سب کا شک اس متعلقہ کیس تک جائے گا، جس کی وارث تفتیش کر رہا تھا۔ فارس غازی پہ کبھی کوئی شک نہیں کرے گا اور رہی زرتاشہ تو تم اصل ٹارگٹ سمجھی جاؤ گی، اور وہ صرف کولیٹرل ڈیمیج۔"

"فارس آپ کیا کہہ رہے ہیں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔ فارس کیا آپ میری بات سن رہے ہیں؟" زمر نے گھبرا کر بمشکل کہنا چاہا، اس کے ارد گرد جیسے دھماکے ہو رہے تھے۔

ہاشم نے آنکھیں کھولیں۔ اسے میز کا اندرونی خلا نظر آ رہا تھا۔ اندھیرا، گھٹن۔ اس نے پھر سے آنکھیں بند کر دیں، سر مزید اندر کر لیا۔ اوپر رکھے لیپ ٹاپ سے آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔

"زمر میں تمہیں کال کر کے صرف ایک بار معذرت کرنا چاہتا ہوں، میں بالکل بھی ایسا نہیں کرنا چاہتا، مگر میں مجبور ہوں مجھے معاف کر دینا، لیکن تمہیں

بالکل تکلیف نہیں ہوگی۔ میں تمہیں صرف ایک گولی ماروں گا' صرف ایک گولی' دل میں۔ اور پھر سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

زمر کرنٹ کھا کر کھڑی ہوئی' فون کان سے لگائے اس نے بدحواسی سے ادھر ادھر دیکھا۔ زرتاشہ بھی سر اٹھا کر اچنبھے سے اسے دیکھنے لگی تھی' ریسٹورنٹ تقریباً" ویران تھا۔ اس کے پار اونچی بلڈنگز تھیں' ہوٹلز تھے۔ یہیں سامنے والے ہوٹل میں تو فارس نے اسے بلایا تھا' پھر اچانک سے چینج آف پلان.... اچانک سے سب کچھ.... وہ بالکل بھی سمجھ نہیں پارہی تھی۔ اور فارس کہے جا رہا تھا۔

"میں یہ سب اس لیے بتا رہا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں یہ میری تم سے آخری گفتگو ہے' اور اس آخری گفتگو میں' میں تمہیں اپنی حقیقت بتانا چاہتا تھا۔ زرتاشہ اور تمہارے مرنے کے بعد میں جانتا ہوں مجھے سکون نہیں ملے گا۔ لیکن کم از کم میں اس قانونی کارروائی سے بچ جاؤں گا۔ آئی ایم سوری زمر!"

"فارس تم کدھر ہو؟ پلیز مجھے بتاؤ؟ میں تمہاری مدد کروں گی جس طرح بھی ہوا میں تمہاری مدد کروں گی۔" زمر بے چینی سے جلدی جلدی کہے جا رہی تھی۔ حالات کی نزاکت بھانپ کر اسے جو بھی کرنا تھا جلدی کرنا تھا۔ "میں تمہارا کیس لڑوں گی' تم نے جو بھی کیا اس سب کی کوئی نہ کوئی وجہ ہوگی۔ میں کورٹ میں تمہارے ساتھ کھڑی ہوں گی' تم جو بھی مجھے کہہ رہے ہو یہ سب اٹارنی کلائنٹ پریولج کے تحت محفوظ رہے گا' میں تمہاری اٹارنی ہوں فارس! میری بات سنو!

مگر وہ نہیں سن رہا تھا۔ وہ اسی طرح کی باتیں کیے جا رہا تھا' بالکل کسی روبوٹ کی طرح۔ جیسے اسے زمر کی کسی بات میں دلچسپی نہ ہو۔

"اپنی جگہ سے ہلنا مت' میں تمہیں دیکھ سکتا ہوں۔ تم بدحواس ہو رہی ہو' مگر بالکل بھی مت ہلنا ورنہ تمہیں تکلیف ہوگی۔ میں تمہیں صرف ایک گولی ماروں گا' دل میں۔ باقی میری بے وفا بیوی کے لیے ہیں۔" خاور نے barrett M95 کی نال میں سے ایک آنکھ بند کیے جھانکا۔ نشانہ سیٹ کیا۔

"فارس پلیز ایسا مت کرو۔ میں تمہاری مدد کروں گی میں تمہارا کیس لڑوں گی۔ پلیز' میری بات سنو۔" اسے لگا وہ منت کر رہی ہے۔ اس کی آنکھوں میں شاید آنسو آئے تھے۔ زرتاشہ بالکل حق دق سی اسے دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے ڈی اے؟" اس نے پوچھا مگر زمر کو کچھ ہوش نہیں تھا' وہ اسی طرح کھڑی فون کان سے لگائے فارس کی منت کر رہی تھی۔

"پلیز فارس! میرے ساتھ اس طرح مت کرو' تم ایسا نہیں کر سکتے۔ تم ایک اچھے انسان ہو' تمہارے اندر اچھائی ہے۔ ہر شخص کے اندر ہوتی ہے' ہمیں صرف اس کو باہر لانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ تمہیں یاد ہے یہ میں نے تم سے کہا تھا۔ پلیز میں تمہاری ٹیچر رہی ہوں' میری شادی ہونے والی ہے۔" اس نے کبھی زندگی میں کسی کی اتنی منت نہیں کی تھی۔ ایسے کسی کے سامنے نہیں گڑگڑائی تھی۔ مگر وہ اس کی سن ہی نہیں رہا تھا۔

"آئی ایم سو سوری زمر! مگر مجھے ایسا کرنا ہے۔ یہ سب بتانے کے بعد میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑ سکتا۔ آئی ایم سو سوری...." اور وہ اس کے ساتھ بہت کچھ کہہ رہا تھا مگر اب کے زمر اس کو نہیں سن رہی تھی' وہ اسی طرح بھیگتی آنکھوں کے ساتھ مسلسل اسے کہے جا رہی تھی۔

"فارس! میں تمہاری ٹیچر رہی ہوں' میں سعدی کی پھپھو ہوں۔ میری شادی ہونے والی ہے' پلیز میرے ساتھ اس طرح مت کرو۔ اپنی بیوی کے ساتھ اس طرح مت کرو۔" زرتاشہ ہکا بکا سی اٹھ کھڑی ہوئی' اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ زمر فارس سے یہ سب کیوں کہہ رہی ہے۔

"فارس! تم ایسا کچھ نہیں کرو گے' پلیز میری بات سنو' تم یاد کرو میں تمہارا ٹیچر ہوں' میں نے تمہیں پڑھایا ہے۔ میں سعدی کی پھپھو ہوں تم میرے ساتھ

ایسا کچھ نہیں کرسکتے۔ تم میرے پاس آؤ' اِدھر آؤ' میں تمہارا ویٹ کر رہی ہوں۔ ہم اس بارے میں بات کریں گے۔ جو بھی بات تمہیں کرنی ہے' ہم کریں گے' میں تمہارا کیس لڑوں گی' میں سب کچھ ٹھیک کرلوں گی فارس! تم صرف میری بات سنو۔"

لیکن اب فارس کی طرف سے خاموشی چھا گئی تھی وہ کچھ بھی نہیں کہہ رہا تھا۔ سانس لینے کی آواز تک نہ تھی۔

خاور نے انگلی ٹریگر پہ رکھے' کان سے لگے ہینڈز فری میں کہا "سر' آر یو شیور آپ اگلے الفاظ سننا چاہتے ہیں؟"

میز کی اوٹ میں' زمین پہ بیٹھے ہاشم نے اثبات میں سر ہلایا۔ "ایک ایک لفظ۔" اس کی سختی سے بھینچی آنکھیں سرخ ہو رہی تھیں۔ "کیا تم اس کو دیکھ سکتے ہو خاور؟"

"یس سر! ابھی بیس سیکنڈ ہیں۔ وہ دونوں ریسٹورنٹ میں ہیں' ڈی اے گھبرا گئی ہے' مگر وہ ایک بہادر عورت ہے' وہ بھاگے گی نہیں۔ وہ آخری سانس تک فارس کو کنوینس کرنے کی کوشش کرے گی۔"

"اس کے چہرے پہ اس وقت کیا ہے خاور؟" وہ شدت سے کنپٹی مسل رہا تھا۔ سر میں عجیب درد اٹھنے لگا تھا۔

"نہ خوف' نہ پریشانی۔ صرف شاک اور بے یقینی!"

نیچے ریسٹورنٹ میں زمر کے سامنے کھڑی زرتاشہ کو اب فکر ہونے لگی تھی۔

"کیا ہو رہا ہے؟ آپ فارس سے کیا کہہ رہی ہیں؟ وہ کدھر ہے؟" مگر زمر کو اس وقت کچھ ہوش نہیں تھا۔ اس کا دماغ کہہ رہا تھا کہ وہ فوراً "زرتاشہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے بھاگ جائے" مگر دل کو ابھی بھی یقین تھا کہ فارس ایسا کچھ نہیں کر سکتا۔ اس نے آخری کوشش کرنی چاہی۔

"فارس پلیز تم کچھ ایسا مت کرنا جس پہ تم پچھتاؤ۔ میں تمہارے ساتھ ہوں' میں تمہارا کیس بھی لڑوں گی اور میں تمہیں سپورٹ بھی کروں گی۔ پلیز فارس! کیا تم میری بات سن رہے ہو؟ فارس پلیز میری شادی ہونے والی ہے' میرے ساتھ اس طرح مت کرو۔ اپنی بیوی کے ساتھ ایسے مت کرو۔ فارس۔۔۔ فارس؟"

خاور نے ٹریگر دبا دیا۔ ایک' دو' تین' چار۔۔۔ ٹاک ٹاک کر۔۔۔

اور زمر نے محسوس کیا کہ فون اس کے ہاتھ سے گر گیا ہے' وہ فرش پہ جا لگا' مگر آواز نہیں آئی۔ زمر کو اس وقت کسی بھی چیز کی آواز نہیں آئی۔

بس یوں لگا کمر کو کچھ چیر کر نکلا ہے۔ ایک دو تین۔۔۔ کوئی برچھی تھی' بس پہ آگ لگی تھی' کوئی عجیب سا احساس' درد بے پناہ درد۔ اس نے جھک کر میز کے کنارے کو دونوں ہاتھوں سے تھامنا چاہا۔ مگر توازن برقرار نہیں رکھ پا رہی تھی۔ زرتاشہ کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ زمر نے دیکھا وہ کھڑی تھی' زمر کو اب وہ اونچائی پہ لگ رہی تھی' کیونکہ وہ خود گرتی ہی جا رہی تھی۔ اس نے لوگوں کو اپنی طرف بڑھتے دیکھا' اس نے زرتاشہ کو گرتے دیکھا۔ وہ اوندھے منہ زمین پہ جا گری' اسے ماربل کا فرش اپنے گال سے ٹکراتا محسوس ہو رہا تھا۔ ٹھنڈا فرش' سخت سے سخت دل جیسا ٹھنڈا۔ اس کے علاوہ زندگی میں ہر احساس ختم ہو چکا تھا۔ ہاں شاید کوئی اس کے آس پاس تھا' کچھ سرخ سرخ سا تھا' کوئی سرخ سی شے تھی جو اس کی کمر سے نکل کر اس کے اردگرد بکھر رہی تھی۔ سفید ماربل کے فرش پہ اس کے ہاتھوں پر' اس کے چہرے کے قریب وہ بہتی جا رہی تھی۔ وہ پانی نہیں تھا' وہ پانی سے گاڑھا تھا۔

ہاشم کے آفس میں اب خاموشی چھائی تھی۔ اس نے آنکھیں کھولیں' شکستگی سے اٹھا' تھکا تھکا سا کرسی پہ بیٹھا' لیپ ٹاپ بند کیا اور سست روی سے انٹرکام اٹھا کر بولا۔

"حلیمہ' ایک کپ کافی لاؤ اور پھر جب تک میں باہر نہ نکلوں کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ میں کچھ وقت تنہا رہنا چاہتا ہوں۔" پھر آنکھیں بند کرکے سر سیٹ کی پشت

سے ٹکا دیا۔

سوگ کی ایک سہ پہر' زمر یوسف کے نام! زرتاشہ غازی کے نام!

"تمہیں کسی جنت میں رہنے کا شوق تھا زرتاشہ! تمہاری یہ خواہش بھی فارس کی جگہ میں نے پوری کی!"

☆ ☆ ☆

وقت کے کتنے ہی دھاروں سے گزرتا ہے ابھی
زندگی ہے تو کئی رنگ سے مرتا ہے ابھی

ہر شے اندھیر تھی' پلکوں پہ بہت بوجھ تھا۔ بمشکل اس نے اس بار کو آنکھوں سے ہٹانا چاہا۔ سفید روشنیوں والی چھت تھی' اردگرد لوگ تھے۔ اپنے اوپر سفید چادر تھی' کیا یہ زندگی کا اختتام تھا' یا پھر ایک نئی زندگی کا آغاز تھا؟

بازوؤں میں سوئیاں تھیں' اور اس سے زیادہ چبھتا ہوا احساس دل میں تھا۔ زمر نے دو تین دفعہ پلکیں جھپکیں' کچھ دھندلے دھندلے سے وجود اپنے سرہانے کھڑے نظر آئے۔ ایک گھنگھریالے بالوں والا لڑکا تھا' ایک عورت تھی فربہی مائل' وہ رو رہی تھی اس کو جاگتے دیکھ کر روتے ہوئے وہ مسکرائی۔ زمر نے مسکرانا چاہا' کچھ کہنا چاہا۔ مگر لبوں سے بس یہی الفاظ نکلے۔ "فارس کہاں ہے؟"

گھنگھریالے بالوں والے لڑکے نے سر جھکا دیا' اس کی آنکھیں بھی شاید گلابی تھیں جیسے وہ رویا ہو' ابھی نہیں بہت پہلے رویا ہو۔ اب اس کے آنسو خشک ہو گئے تھے' وہ نرمی سے اس کے اوپر جھکا اس کے ماتھے سے بال ہلکے سے ہٹائے اور آہستہ سے بولا۔

"زمر! کیا آپ مجھے دیکھ سکتی ہیں؟" اور وہ اس کو دیکھ رہی تھی بنا پلک جھپکے۔ اس نے ہلکی سی آواز میں صرف اتنا پوچھا۔ "فارس کہاں ہے؟" کسی نے جواب نہیں دیا۔ شاید آگے پیچھے کوئی اور لوگ بھی تھے۔ ہاں اس کی بائیں طرف ایک لڑکی بھی کھڑی تھی' ماتھے پہ کٹے بال' اور گلا سز والی۔ لیکن زمر اس کو نہیں دیکھ رہی تھی' گھنگھریالے بالوں والے لڑکے کے ہوتے ہوئے وہ اس لڑکی کو کم ہی دیکھا کرتی تھی۔ وہ دوبارہ اس کے اوپر جھکا۔

"آپ ٹھیک ہو جائیں گی' بالکل ٹھیک ہو جائیں گی۔ کیا آپ کو کہیں تکلیف ہو رہی ہے؟ کیا میں ڈاکٹر کو بلاؤں؟"

اس نے ہلکا سا پوچھا' اتنا ہلکا کہ لڑکے کو سننے کے لیے کان اس کے چہرے کے قریب لے جانا پڑا۔

"فارس کہاں۔۔۔ ہے؟"

پھر اندھیرا سا دوبارہ چھانے لگا' ساری دنیا کا نور چلا گیا۔ سیاہی پہ سیاہی کے پردے تھے۔ اس کا دماغ پانی پہ بہتے پر کی طرح ہلکا اور کہیں دور اڑ تا گیا۔

دوبارہ آنکھ کھولی تو چہرے بدل چکے تھے' اب صرف لڑکا کھڑا تھا۔ بائیں طرف شاید کوئی اور بھی تھا' مگر بائیں طرف والوں کو وہ کم دیکھا کرتی تھی۔ اس نے دائیں ہاتھ کھڑے لڑکے پہ نگاہیں مرکوز کیے لب ہلائے' تو وہ پھر سے جھکا۔ اب اس کا لباس بدلا ہوا تھا' شاید وہ کوئی اور دن تھا۔

"آپ کیسی ہیں؟" اس نے پوچھا۔

اس کے لب ہلکے سے پھڑپھڑائے "فارس کہاں ہے؟" لڑکے کے چہرے پہ کرب سا بکھرا' اس نے سر جھکا کر اٹھایا۔

"ان کی وائف۔۔۔" وہ رکا۔ زمر یک ٹک اسے دیکھتی رہی' اسے لگا اسے اس سوال کا جواب معلوم ہے۔

"ان کی وائف کو بھی گولی لگی تھی' وہ نہیں رہیں۔" وہ بمشکل بول پایا۔ شاید اس کے گلے میں کوئی چیز اٹکی تھی' یا پانی یا کچھ ایسا جو پانی سے بھی گاڑھا تھا۔

"زرتاشہ مر گئی؟" اس کی آنکھوں میں استعجاب ابھرا' یک ٹک وہ سعدی کو دیکھتی رہی۔ سعدی نے ہلکے سے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ ایسی خبر اس کو اس موقع پہ دینا نہیں چاہتا تھا' مگر وہ پھپھو سے جھوٹ بھی نہیں بول سکتا تھا۔

"فارس کہاں ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔ مگر

اندھیرے بڑھتے گئے' عجیب سے اندھیرے تھے' وہ نہ کچھ سننے دیتے نہ کچھ بولنے دیتے' پلکیں بھی اٹھانے نہیں دیتے۔ وہ دوبارہ اسی کھائی میں ڈوبتی چلی گئی۔ پھر آنکھ کھلی' تو منظر بدلا ہوا تھا۔ اب کہ اس کا چہرہ بائیں طرف تھا۔ گھنگھریالے بالوں والا لڑکا نجانے کہاں تھا۔ بائیں جانب لڑکی کھڑی تھی' گلاسز والی خاموش' بکھر روئی روئی آنکھوں والی۔ وہ اس کو پہچانتی تھی' جانتی تھی یا نہیں یہ اس کو ابھی نہیں معلوم تھا' اس نے انہی ویران آنکھوں سے اس کو دیکھا اور لبوں پہ صرف ایک ہی سوال تھا۔ "فارس کہاں ہے؟"

"وہ آئے تھے آپ کو دیکھنے صبح' علیشا بھی آئی تھی' ہم اس دن آپ کا انتظار کرتے رہے' ہمیں نہیں پتا تھا یہ سب ہو جائے گا۔" وہ بولی تو اس کی آواز مدھم تھی' اس میں ہمدردی تھی شاید کہیں پیار بھی تھا۔ زمر بس اس کو دیکھ رہی تھی۔ لڑکی قریب جھکی۔

"پھپھو آپ..." وہ رکی' ہچکچائی۔ "آپ ٹھیک ہیں؟ میں ڈاکٹر کو بلا لاؤں؟"

"فارس کہاں ہے؟" اس نے پھر پوچھا۔ اس سوال کا جواب کوئی نہیں دے رہا تھا۔

"ابھی شاید وہ گھر پہ ہی ہوں' وہ بہت اپ سیٹ ہیں بہت زیادہ ٹوٹ گئے ہیں۔" اور زمر یک ٹک اسے دیکھتی رہی' اسے سب یاد تھا' اندھیری کھائیوں میں یادداشت کی روشنی ہر شے از سر نو زندہ کرلائی تھی۔ اسے ایک ایک چیز یاد تھی' دل میں اٹھتا درد پہلے سے بڑھ گیا تھا۔ اور پھر اس نے ہلکی سی نگاہ جھکائی' اسے اپنے اوپر سفید چادر پڑی دکھائی دے رہی تھی اس نے نگاہ پھر سے حنین کے چہرے پہ کی۔

"مجھے کیا ہوا ہے؟" حنین خاموش رہی' اس نے نظر اٹھا کر سامنے کسی کو دیکھا' جیسے کوئی سگنل مانگا ہو۔ شاید جواب نفی میں تھا' تبھی وہ دوبارہ زمر کو دیکھنے لگی۔

"میرے گردے ضائع ہوگئے ہیں' ہے نا؟" شاید اس نے خود ہی کچھ سنا تھا' شاید نیم بے ہوشی میں اس نے کچھ سنا تھا۔

"آپ کے گردے..." وہ رکی "وہ متاثر ہوئے ہیں۔" اس سے زیادہ مہذب الفاظ اس کو نہیں ملے تھے۔ زمر کے چہرے پہ حیرت نہیں آئی' دکھ بھی نہیں ابھرا۔ شاید وہ اپنی حالت بے ہوشی میں ایسا کچھ سن چکی تھی' شاید وہ کئی دفعہ سن چکی تھی' یقیناً" وہ جانتی تھی' وہ صرف تصدیق چاہ رہی تھی۔ اب کہ اس نے ہلکی سی گردن سیدھی کی' ہاں اتنا اسے یاد تھا کہ دوبارہ بے ہوش ہونے سے پہلے اس نے گردن سیدھی کی تھی' اب نہ وہ دائیں تھی نہ بائیں' درمیان میں معلق تھی۔

سیاہ تارکول جیسی چادر اب کے سرکی تو وہ پلکیں بہتر طور پہ جھپک پا رہی تھی۔ قریبی مائل خاتون اس کے سرہانے اب کھڑی تھیں' اس نے ہلکا سا ہاتھ اٹھانا چاہا تو انہوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا' بہت محبت سے اس سے پوچھ رہی تھیں کہ وہ کیسی ہے؟ کیا کھانا پسند کرے گی؟ کیا اسے کہیں تکلیف ہے؟ کیا وہ ڈاکٹر کو بلائیں؟ کیا وہ اسے پانی دیں؟ وہ بس ان کو دیکھے گئی اور جب بولی تو سرگوشی میں۔

"فارس کہاں ہے؟" ندرت کی آنکھوں میں اچنبھا سا ابھرا' زمر کا اس سے ایسا کوئی تعلق تھا تو نہیں جو وہ بار بار پوچھتی' شاید زرتاشہ کی وجہ سے...

بہرحال زبردستی مسکراتے ہوئے قریب آئیں۔

"وہ گھر پہ ہے' شام کو آئے گا ادھر تمہیں دیکھنے۔ وہ بھی بہت پریشان ہے اس سب سے' بلکہ پریشانی تو ایک بہت چھوٹا لفظ ہے۔" زمر یک ٹک ان کو دیکھتی رہی۔ ہر بات ہر لفظ اسے یاد تھا اور پھر ایک دم سے وہ چونکی۔ بدقت تمام اس نے گردن ادھر ادھر گھمائی۔ اس نے ان چند دنوں میں... پتا نہیں کتنے دن تھے وہ سب کے چہرے دیکھے تھے' گھنگھریالے بالوں والا لڑکا' عینک والی لڑکی' وہ قریبی مائل خاتون۔ صرف ایک چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ بے حد خوف اور وحشت سے اس نے رخ ندرت کی طرف پھیرا۔

"ابا' ابا کدھر ہیں؟" ندرت کی آنکھوں سے آنسو ابلنے کو بے تاب ہو گئے۔ اسے لگا کہ وہ کوئی اور خبر سننے جا رہی ہے' کوئی ایسی خبر جس کو سننے کے بعد اس کا دل بھی کام کرنا چھوڑ دے گا۔ اس نے کہنیوں کے بل اٹھنا چاہا' مگر نہیں اٹھ سکی۔ جسم میں درد تھا' شدید درد' بے حد کرب سے اس نے دوبارہ پوچھا۔

"بتائیے' ابا کہاں ہیں؟ جب تک آپ مجھے سچ نہیں بتائیں گی' میرا دل انکار رہے گا۔" مگر ندرت خاموش تھیں' انہوں نے سر جھکا لیا پھر چہرہ موڑا' شاید آنسو پونچھنے کی کوشش کی۔

"کیا ابا بھی مر گئے؟" اس کے لبوں سے نکلا' ندرت نے تڑپ کے رخ اس کی طرف پھیرا' آنسوؤں کو ابلنے دیا' مگر نفی میں سر ہلایا۔

"نہیں" وہ رکیں "وہ اب ٹھیک ہیں۔" پھر چپ ہوگئیں۔

"اب... اب سے کیا مطلب؟ انہیں کیا ہوا تھا؟" وہ اٹک اٹک کر بول رہی تھی۔ اٹھنا بھی چاہتی تھی مگر اٹھ نہیں سکتی تھی' اس کے چہرے پہ تڑپ تھی۔ ایسا لگتا تھا بس وہ کسی طرح سب کچھ چھوڑ کر اس کمرے سے بھاگ جائے' اس اسپتال کے کمرے سے بھاگ جائے۔ مگر وہ جیسے مفلوج سی ہو کر رہ گئی تھی۔

"کدھر ہیں ابا؟" الفاظ بمشکل حلق سے نکل رہے تھے۔

"ان کو فالج کا اٹیک ہوا تھا' مگر اب وہ ٹھیک ہیں۔ وہ گھر پہ ہیں' ہم انہیں اسپتال نہیں لا سکتے' اب وہ ٹھیک ہیں زمر! تم پریشان مت ہو۔" ندرت نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے اس کو تسلی دی۔ وہ یک ٹک ان کو دیکھے گئی' بالکل خاموشی سے' جیسے ساری دنیا ختم ہو گئی ہو۔ اوپر اٹھنے کی کوشش ختم کردی' اور سر نڈھال طریقے سے تکیے پہ گرا دیا۔

"میرے ابا مفلوج ہوگئے؟ میرے حادثے کی وجہ سے؟ میرے ابا مفلوج ہوگئے؟" اس نے ندرت سے سوال نہیں کیا تھا۔ خالی خالی نگاہوں سے چھت کو دیکھتے خود کو بتایا۔

ندرت کے پاس جواب تھا بھی نہیں۔ زمر کی گردن اب سیدھی تھی' ایک دفعہ پھر وہ نہ دائیں تھی نہ بائیں۔ چند گہری سانسیں لیں' آنکھیں بند کرکے کھولیں۔ اب چیزیں بہتر نظر آرہی تھیں۔ ندرت نے آہستہ سے اس کے قریب ہو کر کہا۔

"پولیس والے کب سے چکر لگاتے رہے ہیں' باہر بھی موجود ہیں۔ انہیں تمہارا بیان لینا ہے۔" زمر نے اثبات میں سر ہلایا۔ وہ تیار تھی۔

"ان کو اندر بھیجیں' ایک بیان ہے جو مجھے دینا ہے۔" اس کی آواز اب بھی درد سے بھرپور اور ہلکی تھی' مگر اس کی نوعیت مختلف تھی۔ سخت' منتقم' آگ سے بھرپور۔

☼ ☼ ☼

جو تخت و تاج کے مالک ہیں کیا وہ معتبر بھی ہیں
شر انگیزی میں ڈوبی حکمرانی کا تماشا کر

آفس کاریڈور بتیوں سے جگمگا رہا تھا۔ علیشا فون کان سے لگائے سبک رفتاری سے چلتے ہوئے بولتی جا رہی تھی۔

"ہاں حنین! تم بالکل بھی فکر مت کرو۔ سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا' خدا بہتر کرے گا۔ میں آج ہی آؤں گی تمہاری آنٹی سے ملنے۔ اب وہ کیسی ہیں؟" کاریڈور کا موڑ مڑتے ہوئے اس نے فکرمندی سے پوچھا۔ پھر دوسری طرف ملنے والا جواب سن کر سر اثبات میں ہلاتے ہوئے لفٹ کی طرف آئی۔

"تم بالکل پریشان مت ہونا' میں ضرور آؤں گی۔ خدا نے چاہا تو وہ جلد ٹھیک ہو جائیں گی۔ کیا ان کی کڈنیز مکمل طور پر فیل ہو چکی ہیں؟" لفٹ کا بٹن دباتے ہوئے اس کے چہرے پہ سوگواریت اتری۔

"آئی ایم سو سوری حنین۔ چلو اوکے شام کو ملتے ہیں۔" موبائل بند کیا اور سامنے دیکھا۔ لفٹ کے دروازے کھل چکے تھے۔ وہ اندر آئی مطلوبہ فلور پہ انگلی رکھی اور گہری سانس لے کر گردن اکڑا کر خود کو جیسے کسی معرکے کے لیے تیار کیا۔ دروازے بند ہوئے لفٹ اوپر کی طرف بڑھنے لگی۔ ہر گزرتی منزل علیشا کا اعتماد ڈگمگا رہی تھی' اسے لگا اس کا چہرہ سفید پڑ رہا ہے۔ اس نے رخ پھیر کر لفٹ کی دھاتی دیوار میں اپنا

عکس دیکھا' پھر سیاہ سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ سرمئی آنکھوں کو سکیڑ کر تنقیدی نظروں سے دیکھا کہ کہیں وہ گھبرائی ہوئی تو نہیں لگ رہی' مگر نہیں۔ بظاہر وہ پر اعتماد لگ رہی تھی۔ سرخ شرٹ' سفید پینٹس' اور لمبی ہیل کی سینڈل میں ملبوس' کہنی پہ پرس ٹکائے وہ اندر سے جتنی ڈری سہمی تھی اتنی لگ نہیں رہی تھی۔

مطلوبہ فلور آن پہنچا تھا۔ دروازے کھلے۔ وہ اسی اعتماد سے چلتی ہوئی راہداری میں آگے بڑھتی گئی۔ کتنے ہی آفسز کراس کیے' کتنے لوگوں کے سامنے سے گزری' بغیر نظر ملائے۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کس آفس میں جانا ہے۔ سب سے بڑا آفس سب سے آخر میں تھا' علیشا اس کے قریب بس لحظے بھر کو ٹھہری' باہر موجود سیکریٹری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟" اس نے پکارا' علیشا ذرا سا مسکرائی۔

"اورنگ زیب کاردار نے مجھے بلایا ہے' میری ان سے اپائنٹمنٹ ہے۔"

اس کی بات پر سیکریٹری قدرے اچنبھے سے اپنے نوٹس کھنگالنے لگی۔ علیشا نے گردن پھیر کر بند دروازے کو دیکھا' یہاں سے وہ اندر کا منظر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اندر آفس میں کنٹرول چیئر پر اورنگ زیب کاردار اپنی مخصوص تمکنت کے ساتھ بیٹھے تنے ابرو کے ساتھ اس نوجوان کو سن رہے تھے جو سامنے کھڑا ایک پریزنٹیشن دکھا رہا تھا۔ وہ پی کیپ پہنے لاپروا سے حلیے والا نوجوان ان کا امیج کنسلٹنٹ بھی تھا اور کیمپین منیجر بھی۔ وہ کافی متانت اور اپنی عمر سے زیادہ سمجھداری سے بولتا ایک ایک چیز سمجھا رہا تھا۔ جسے میز کے مقابل کرسی پہ بیٹھا' لیپ ٹاپ پہ کام کرتا ہاشم بہت ہی بے زاری سے سن کر نظر انداز کیے جا رہا تھا۔

"سر! بظاہر ایسا لگتا ہے کہ آپ کے بھانجے پہ اپنے بھائی کے قتل کا آنے والا الزام آپ کے خلاف جائے گا لیکن ..." کیمپین منیجر نے پین اٹھا کر ڈرامائی انداز میں وقفہ دیا۔ ہاشم نے نگاہ پھیر کر مزید بے زاری سے اسے دیکھا۔ ہونہہ کر کے سر جھٹکا۔ اور دوبارہ سے لیپ ٹاپ پہ ٹائپ کرنے لگا' ایک تو اس کنسلٹنٹ سے اسے چڑ تھی' وہ لڑکا وہ باتیں بتانے کے پیسے لیتا تھا جو وہ اپنے باپ کو مفت میں بھی بتا سکتا تھا۔

"لیکن سر! ہم اس موقعے کو اپنے مفاد میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔" اورنگ زیب کاردار کے خفا چہرے پہ شکنیں ابھریں۔

"اور وہ کیسے؟"

"آپ جانتے ہیں کہ اس وقت آپ ضمنی انتخابات کے لیے کھڑے ہو رہے ہیں۔ ایسے میں کچھ کی پلیئرز اپنے مطلوبہ امیدواروں کے بجائے آپ کو اٹھتے دیکھ کر آپ کے خلاف استعمال ہونے والا کوئی موقع ضائع نہیں کریں گے' اس لیے بجائے اس بات پر مدافعانہ انداز اختیار کرنے کے ہم اس کو اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہیں' جیسے ..." جوش میں کہتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹیبلیٹ کو اورنگ زیب صاحب کے پاس آیا اور ان کو کچھ دکھانے لگا۔ "یہ وہ بیان ہے جو آپ پریس کے سامنے دیں گے۔ جس سے ایسا لگے گا کہ آپ گو کہ اپنے بھانجے کے اس عمل سے خفا ہیں' لیکن اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کیے بغیر اس معاملے کو قانون پر چھوڑ رہے ہیں۔ آپ علی الاعلان یہ کہیں گے کہ بے شک ملزم میرا سگا بھانجا ہی کیوں نہ ہو' اگر وہ واقعی مجرم ہے تو اس کو قانون کے مطابق سزا ملنی چاہیے ... اور آپ اپنا کوئی بھی ناجائز اثر و رسوخ استعمال کر کے اس کو وہاں سے نکالنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ایسی صورت میں آپ کو ایک انصاف پسند شخص کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔"

اورنگ زیب نے بگڑ کر اس کو دیکھا۔ "یعنی کہ میں فارس کو اس معاملے سے نکالنے کی کوئی کوشش نہ کروں؟" کیمپین منیجر احمر شفیع مسکرایا اور چٹکی بجائی۔

"یہی تو ساری گیم ہے سر! آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ اس اسکینڈل پہ پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا۔ لیکن آپ کے مخالفین کسی بھی صورت آپ کو اس

اسکینڈل کو کور کرنے نہیں دیں گے' تو پھر کیا ہی اچھا ہو ہم بھی اسے کور کرنے کی کوشش نہ کریں' بلکہ ہم انہی کا داؤ انہیں پہ کھیل جائیں۔ دیکھیں ..." وہ اب اپنی اس اسٹریٹجی کی مزید مین میخ سمجھانے لگا' اورنگ زیب بظاہر برے موڈ کے ساتھ لیکن توجہ سے سن رہے تھے۔ ہاشم نے نگاہ اٹھا کر دوبارہ بے حد بے زاری اور تلخی سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر کی بورڈ پہ ٹائپ کرنے لگا۔ اس کو جس خبر کا انتظار تھا' زمر کے بیان کا' وہ آ کے نہیں دے رہی تھی۔ پانچ دن ہو چکے تھے زمر کو گولی لگے' فارس آزاد گھوم رہا تھا' بیوی کی موت کا سوگ منا رہا تھا' اور فی الحال کوئی بھی نہیں تھا جو یہ کہہ سکے کہ یہ قتل فارس نے کیا ہے۔ گو کہ ہوٹل کے کمرے سے مخبری کے بعد گن برآمد کر لی گئی تھی' مگر فارنزک رپورٹ کو اس نے ابھی روک رکھا تھا۔ فارنزک اور فنگر پرنٹ رپورٹ زمر کے بیان کے بعد آنی چاہیے۔ یہ پلان تھا' مگر زمر ... اگر زمر مر گئی ... اف ... اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ایک لاش کا مزید بوجھ اپنے کندھوں پر ... نہیں!

وہ سر جھٹک کر اپنی ای میل کھولنے لگا۔ خاور نے دو روز پہلے اس کو فارس کی اُلٹی بالی لڑکی کی تفصیلات بھیج دی تھیں۔ اس کے واہمے درست تھے۔ وہ علیشا ہی تھی۔ مگر اس نے ہاشم سے رابطے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اسی سے ملنے ادھر آئی تھی' ہاشم کو معلوم تھا' اسی لیے اس نے بھی علیشا کو نہیں چھیڑا۔ وہ خود چل کر اس کے آفس آئے گی۔ کب؟ وہ منتظر تھا۔ باہر کھڑی علیشا نے سیکریٹری کو نفی میں سر ہلاتے دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ کی کوئی اپائنٹمنٹ ریکارڈ نہیں ہے' کیا آپ مجھ سے اپائنٹمنٹ لینا چاہیں گی؟" مگر علیشا نے بغیر مڑے اور تیزی سے دروازے کی طرف آئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے روک پاتا' اس نے دروازہ کھول لیا۔

سب سے پہلے ہاشم نے چونک کر دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ بالکل سپاٹ' سرد سا۔ اورنگ زیب نے ہاتھ میں پکڑے ٹیب پہ احمر شفیع کی پریزنٹیشن دیکھتے جیسے سر اٹھایا تو وہ بھی ایک دم بالکل ٹھہر سے گئے۔

وہ دروازے میں کھڑی تھی اور سیکریٹری پیچھے سے آ کر اسے روکتے ہوئے سخت سست سنا رہی تھی۔ اورنگ زیب صاحب کے ساتھ جھکے کنسلٹنٹ لڑکے نے باری باری ان دونوں باپ بیٹے کے تاثرات دیکھے اور پھر سیدھا ہوا۔ سیکریٹری کو اشارہ کیا' وہ خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ علیشا دو قدم مزید اندر آئی' وہ مسلسل اورنگ زیب کاردار کو دیکھ رہی تھی' بنا پلک جھپکے' سپاٹ چہرے کے ساتھ' جیسے تاثرات چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ہاشم ایک دم مڑا' سختی سے احمر کو دیکھا۔ "باہر جاؤ' فوراً۔"

کنسلٹنٹ لڑکا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر گویا سمجھانے لگا۔

"سر! اگر تو یہ کوئی اسکینڈل ہے تو میرا خیال ہے میرا یہاں موجود ہونا سب سے ضروری ہے۔ کیونکہ میں ہی آگے پیش آنے والی صورت حال کا تجزیہ کر سکتا ہوں اور میں ہی آپ کو بہتر طریقے سے گائیڈ کر سکتا ہوں کہ آپ کو اس سچویشن کو کس طرح ہینڈل کرنا ہے؟ کیونکہ میں نے ..."

ہاشم گھوم کر اس طرف آیا' باپ کے ہاتھ سے ٹیب لے کر کنسلٹنٹ کو دے مارنے کے انداز میں تھمایا' اسے کہنی سے پکڑا' کھینچ کر دروازے تک لے کے گیا اور ہکا بکا سے احمر کو باہر نکال' گویا دفعان کر کے دروازہ بند کیا۔ پھر واپس مڑ کر علیشا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سخت شعلہ بار نظروں سے اسے گھورا۔

"کیا چاہیے؟ کس لیے آئی ہو؟"

اورنگ زیب بھی اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے اور تیکھی خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ علیشا نے نظروں کا رخ ہاشم کی طرف پھیرا۔ پھر خود کو با اعتماد ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"پیسے چاہئیں۔" ہاشم نے استہزائیہ سر جھٹکا۔ گھوم کر آگے آیا اور باپ کی کرسی کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ اب وہ دونوں ایک سمت تھے اور ان کے مقابل

علیشا میز کے دوسری جانب کھڑی تھی۔ اپنے پرس کے ہینڈل کو مضبوطی سے پکڑے خود کو مضبوط رکھتے ہوئے۔

"میں بہت پیسے دے چکا ہوں، تم ماں بیٹی کو۔ اب کیا چاہیے؟" اورنگ زیب بولے تو انداز میں حقارت تھی۔

"جس پیسے کی بات آپ کر رہے ہیں، میں آپ کو یاد دلاتی چلوں، وہ میری ماں کے اس علاج پر خرچ ہوئے تھے۔ جو ان کو آپ کی مار پیٹ کی وجہ سے کروانا پڑا۔" وہ جذبات کو قابو میں رکھے، ضبط سے ایک ایک حرف ادا کر رہی تھی۔ "آپ کو شاید بھول گیا ہے کہ میری ماں کو چھوڑتے وقت آپ نے اسے بری طرح مارا پیٹا تھا جس کے باعث وہ کئی ہفتے ہسپتال میں رہی تھیں، ان کی بیک بون متاثر ہوئی تھی۔ اور ان کے میڈیکل بلز پے کرتے کرتے ہم آج بھی وہیں کھڑے ہیں جہاں چھ سال پہلے تھے۔"

اورنگ زیب نے استہزائیہ انداز میں ناک سے مکھی اڑائی۔ "تم میرے خلاف کہیں پہ کچھ ثابت نہیں کر سکتیں۔"

علیشا نے اثبات میں سر ہلایا۔ "یہ تو بالکل درست بات ہے۔ کیونکہ جب میں نے آپ پر سو کرنا چاہا تھا، تو آپ کے ماہر وکیل بیٹے نے ——" ایک زخمی نظر ہاشم پہ ڈالی اور پھر اورنگ زیب کو دیکھنے لگی۔ "عدالت میں جیوری کے سامنے یہ ثابت کر دیا تھا کہ نہ صرف میری ماں سیڑھیوں سے اپنی غلطی کی وجہ سے گری تھی، بلکہ وہ دماغی توازن سے محروم عورت ہے۔ شاید اس میں سارا کمال آپ کے بیٹے کا بھی نہیں ہے، کیونکہ جس لا فرم نے میرا کیس Pro Bono لیا تھا، اگر وہ میرے وکیل کے طور پہ ایک ناتجربہ کار فرسٹ ایئر ایسوسی ایٹ کو نہ مقرر کرتے تو شاید ہم عدالت میں اتنی بری طرح سے بے عزت نہ ہوتے۔ چاہے یہ ملک ہو یا میرا ملک، قانون وہاں بھی آپ کا تھا، یہاں بھی آپ کا ہے، اس لیے میں لمبی بات نہیں کروں گی۔"

کہتے ہوئے وہ رکی، اندر سے دل بہت زور سے دھڑک رہا تھا۔ چند گہرے سانس لے کر اس نے خود کو دوبارہ بہادر ظاہر کرنے کی کوشش کی۔ دونوں باپ بیٹا تندہی سے اس کو گھور رہے تھے۔ وہ قدم آگے آئی، میز کے سامنے پڑی کرسی کی پشت پہ ہاتھ رکھا، اور رک رک کر پھر سے بولنے لگی۔

"میں ہارورڈ جانا چاہتی ہوں اور مجھے معلوم ہے کہ میں سارے ٹیسٹ کلیئر کر لوں گی۔ اگر مجھے صرف اتنی امید ہو کہ میری ٹیوشن فیس پے کر دی جائے گی اور چونکہ آپ میرے والد ہیں اور ناجائز ہی سہی مگر میں آپ کی بیٹی ہوں، اس لیے آپ کو چاہیے کہ آپ مجھے سپورٹ کریں، میں آپ سے کبھی کچھ نہیں مانگوں گی۔ مجھے کوئی جذباتی اٹیچمنٹ ہے آپ سے، نہ کوئی امید، صرف پیسے چاہئیں، آپ کے پاکستانی روپوں میں چند ملین کی بات ہے۔ آپ کے لیے تو یہ کچھ بھی نہیں ہے۔ صرف چند ملین۔" اس نے رک کر موہوم سی امید سے دونوں باپ بیٹا کو دیکھا، پھر ایک کاغذ سامنے رکھا جس پہ اس کی تعلیم پہ اگلے چند سالوں میں خرچ آنے والی رقم کی تفصیل لکھی تھی۔

ان کے تاثرات ایک جیسے رہے۔ سخت، سرد۔

"اور تم یہ سب کہنے اس وقت آئی ہو جب میرا باپ الیکشن میں حصہ لے رہا ہے۔ تمہارا خیال تھا کہ ایک اسکینڈل کے خوف سے ہم تمہیں پیسے دے دیں گے اور تم ہنسی خوشی رہو گی؟" ہاشم نے یہ کہتے ہوئے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ "تمہاری جیسی بہت سی لڑکیاں گزری ہیں جنہوں نے آ کر عزت دار لوگوں پہ الزام لگائے، مگر یو نو واٹ علیشا، وہ لڑکیاں وہ عورتیں وہ کہیں بھی نہیں ہیں، آج کسی کو وہ یاد بھی نہیں ہیں لیکن وہ مرد جن پہ انہوں نے الزام لگائے، چاہے سچے چاہے جھوٹے، وہ مرد آج بھی خبروں میں ہیں۔ وہ آج بھی طاقت میں ہیں، آج بھی حکومت کر رہے ہیں۔ تمہارا کوئی مستقبل نہیں ہے علیشا، تم جہاں سے آئی ہو وہاں چلی جاؤ۔ کیونکہ اگر اس سے زیادہ تم نے ڈسٹرب کروگی تو میں تمہارے ساتھ بہت برا پیش آؤں

گا اور تم یہ بات جانتی ہو۔" اس کی مسکراہٹ اب سنگین نتائج کی دھمکی میں بدل چکی تھی۔ علیشا کی آنکھوں میں سرخ سی نمی ابھرنے لگی، اس کے لب کپکپائے۔

"میں آپ کی بہن ہوں۔"

"تم میرے لیے ایک ایسا مسئلہ ہو جس کو میں کبھی حل نہیں کرنا چاہوں گا۔ تم اور تمہاری ماں میرے باپ کے پیسے پہ happily everafter رہنا چاہتے ہو جبکہ ایسا نہیں ہو گا!"

"میں وہ بات ساری زندگی یاد رکھوں گی" ہمیشہ کے لیے چیونٹیاں" —— کیس جیتنے اور مجھے خیرات کی طرح ماں کے علاج کی رقم دینے کے بعد آپ نے یہ مجھے کہا تھا، میں چیونٹی ہی ہوں اور میں جانتی ہوں کہ چیونٹیاں کیا ہوتی ہیں مگر شاید آپ خود بھی نہیں جانتے ہاشم!" تیکھی نظروں سے دیکھ کر بولی۔ ہاشم پہلی بار استہزائیہ مسکرایا۔

"اگر تمہیں لگتا ہے کہ میں اس بات سے بے خبر تھا کہ تم یہاں پر ہو تو تم غلط ہو۔" یہ کہتے ہوئے ہاشم آگے آیا۔ اپنے لیپ ٹاپ پہ جھکا چند بٹن دبائے اور اسکرین اس کی طرف کی۔ یہ خاور کی ای میل تھی جس میں اس نے علیشا کے ٹکٹ کی کاپی اور اس کے ہوٹل میں ٹھہرنے کے دوران دیے گئے تمام کاغذات کی کاپی اور چند ایک دوسری معلومات کے ساتھ دو روز پہلے بھیجی تھی۔ علیشا نے پہلے اسکرین کو دیکھا پھر چونک کر ہاشم کو۔

"میں تمہارے یہاں آنے کا انتظار کر رہا تھا۔ کیونکہ تم یہاں پر کسی نیٹ جیوڈا کومینٹری کے لیے نہیں آئی تھیں جیسا کہ تم نے میرے کزن اور میری بھانجی کو بتایا تھا۔ میں جانتا تھا تم یہاں پر ہمارے لیے آئی ہو، پیسے مانگنے یا بلیک میل کرنے، یا دھمکی دینے کیونکہ تم خود کو ہمارے خاندان کا حصہ سمجھتی ہو، جبکہ ایسا نہیں ہے۔ اور تمہیں معلوم ہے میں تمہارا یہاں انتظار کیوں کر رہا تھا؟" وہ لیپ ٹاپ کی اسکرین فولڈ کر کے سیدھا ہوا۔ دوبارہ اس کے سامنے آیا، قد میں

اس سے کافی لمبا تھا، گردن جھکا کر سفید پڑتی علیشا کو تندہی سے گھورتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا چبا کر بولا۔

"اس لیے نہیں کہ مجھے تمہیں انکار کرنا تھا یا کوئی دھمکی دینی تھی۔ صرف ایک سوال تھا۔ تم نے میرے خاندان کو ٹارگٹ کیوں کیا؟ میں قطعاً "نہیں" مان سکتا کہ تم بالکل اتفاق سے میرے کزن کی ایلی بائی ہو۔ تم بالکل اتفاق سے اس کی بھانجی کی دوست ہو۔ میں علیشا، اتفاقات پہ یقین رکھنے والا آدمی بالکل نہیں ہوں۔ اس لیے تم ابھی مجھے بالکل سچ سچ بتاؤ گی کہ تم نے میری بھانجی کو دوست کیسے بنایا؟" یہ سب علیشا کی توقع سے زیادہ تھا، وہ اس کے لیے تیار نہیں تھی۔ اس نے خشک لبوں پہ زبان پھیری، ایک قدم پیچھے ہٹی۔ مدد طلب نظروں سے پاور سیٹ پہ بیٹھے اورنگ زیب کا روار کو دیکھا جو حقارت اور رعونت سے اسے دیکھ رہے تھے۔ پھر قدرے ہراساں نظروں سے ہاشم کو۔ اس کا سارا اعتماد زائل ہو رہا تھا۔ اسے یاد تھا چند برس پہلے جب ہاشم اس کے گھر آیا تھا، چیک منہ پہ مارنے کسی خیرات کی طرح اور تب اس نے اسے کہا تھا۔

"تم Happily Ever After رہنا چاہتی ہو، ایسا نہیں ہو گا، تم Ants Ever After ہو (ہمیشہ چیونٹیاں ہی) تم اور تمہاری ماں ایسے ہی رہو گے۔" اور اس نے یہ بات لکھ کے رکھ لی تھی، اپنے کمرے میں ڈائریز پہ، الماری کے اندرونی دروازوں پہ، فوٹو البمز میں لگی تصویروں کے پیچھے، اپنے کی چین پہ۔ علیشا نے یہ بات ہر جگہ پہ لکھ کے رکھ لی تھی۔ سوائے اپنے دل کے۔ اور آج یہ الفاظ اس کے سیدھے دل پہ آ کے لگے تھے۔

"حنین میری دوست ہے، اس سے زیادہ میں کسی چیز کی وضاحت نہیں دینا چاہتی۔" ہاشم چند لمحے کے لیے بالکل خاموش ہو گیا۔

"اگر تم چاہتی ہو کہ میں مستقبل میں کبھی تمہاری کوئی امید پوری کروں، تو ہو سکتا ہے تمہارے سچ بتانے سے میں واقعی تمہاری کوئی امید پوری کر

عکس دیکھا ' پھر سیاہ سلکی بالوں میں ہاتھ پھیرا۔ سرمئی آنکھوں کو سکیڑ کر تنقیدی نظروں سے دیکھا کہ کہیں وہ گھبرائی ہوئی تو نہیں لگ رہی 'مگر نہیں۔ بظاہر وہ پر اعتماد لگ رہی تھی۔ سرخ شرٹ 'سفید پینٹس 'اور لمبی ہیل کی سینڈل میں ملبوس 'کہنی پہ پرس ٹکائے وہ اندر سے جتنی ڈری سہمی تھی اتنی لگ نہیں رہی تھی۔

مطلوبہ فلور آن پہنچا تھا۔ دروازے کھلے۔ وہ اسی اعتماد سے چلتی ہوئی راہداری میں آگے بڑھتی گئی۔ کتنے ہی آفسز کراس کیے 'کتنے لوگوں کے سامنے سے گزری 'بغیر نظر ملائے۔ اسے معلوم تھا کہ اسے کس آفس میں جانا ہے۔ سب سے بڑا آفس سب سے آخر میں تھا 'علیشا اس کے قریب بس لحظے بھر کو ٹھہری ' باہر موجود سیکریٹری نے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔

"میں آپ کی کیا مدد کر سکتی ہوں؟" اس نے پکارا ' علیشا ذرا سا مسکرائی۔

"اورنگ زیب کاردار نے مجھے بلایا ہے 'میری ان سے اپائنٹمنٹ ہے۔"

اس کی بات پر سیکریٹری قدرے اچنبھے سے اپنے نوٹس کھنگالنے لگی۔ علیشا نے گردن پھیر کر بند دروازے کو دیکھا 'یہاں سے وہ اندر کا منظر نہیں دیکھ سکتی تھی۔

اندر آفس میں کنٹرول چیئر پر اورنگ زیب کاردار اپنی مخصوص تمکنت کے ساتھ بیٹھے تنے ابرو کے ساتھ اس نوجوان کو سن رہے تھے جو سامنے کھڑا ایک پریزنٹیشن دکھا رہا تھا۔ وہ پی کیپ پہنے لاپروا سے حلیے والا نوجوان ان کا امیج کنسلٹنٹ بھی تھا اور کیمپین منیجر بھی۔ وہ کافی متانت اور اپنی عمر سے زیادہ سمجھداری سے بولتا ایک ایک چیز سمجھا رہا تھا۔ جسے میز کے مقابل کرسی پہ بیٹھا 'لیپ ٹاپ پہ کام کرتا ہاشم بہت ہی بے زاری سے سن کر نظرانداز کیے جا رہا تھا۔

"سر بظاہر ایسا لگتا ہے کہ آپ کے بھانجے پہ اپنے بھائی کے قتل کا آنے والا الزام آپ کے خلاف جائے گا لیکن۔۔۔" کیمپین منیجر نے پین اٹھا کر ڈرامائی انداز میں وقفہ دیا۔ ہاشم نے نگاہ پھیر کر مزید بے زاری سے اسے دیکھا۔ ہونہہ کر کے سر جھٹکا۔ اور دوبارہ سے لیپ ٹاپ پہ ٹائپ کرنے لگا۔ ایک تو اس کنسلٹنٹ سے اسے چڑ تھی 'وہ لڑکا وہ باتیں بتانے کے پیسے لیتا تھا جو وہ اپنے باپ کو مفت میں بھی بتا سکتا تھا۔

"لیکن سر! ہم اس موقعے کو اپنے مفاد میں بھی استعمال کر سکتے ہیں۔" اورنگ زیب کاردار کے خفا چہرے پہ شکنیں ابھریں۔

"اور وہ کیسے؟"

"آپ جانتے ہیں کہ اس وقت آپ ضمنی انتخابات کے لیے کھڑے ہو رہے ہیں۔ ایسے میں کچھ کی پلیئرز اپنے مطلوبہ امیدواروں کے بجائے آپ کو اٹھتے دیکھ کر آپ کے خلاف استعمال ہونے والا کوئی موقع ضائع نہیں کریں گے 'اس لیے بجائے اس بات پر مدافعانہ انداز اختیار کرنے کے ہم اس کو اپنے حق میں استعمال کر سکتے ہیں 'جیسے۔۔۔" جوش میں کہتے ہوئے وہ اپنے ہاتھ میں پکڑے ٹیبلیٹ کو اورنگ زیب صاحب کے پاس آیا اور ان کو کچھ دکھانے لگا۔ "یہ وہ بیان ہے جو آپ پریس کے سامنے دیں گے۔ جس سے ایسا لگے گا کہ آپ گو کہ اپنے بھانجے کے اس عمل سے خفا ہیں ' لیکن اپنے اثر و رسوخ کا استعمال کیے بغیر اس معاملے کو قانون پر چھوڑ رہے ہیں۔ آپ علی الاعلان یہ کہیں گے کہ بے شک ملزم میرا سگا بھانجا ہی کیوں نہ ہو 'اگر وہ واقعی مجرم ہے تو اس کو قانون کے مطابق سزا ملنی چاہیے۔۔۔ اور آپ اپنا کوئی بھی ناجائز اثر و رسوخ استعمال کر کے اس کو وہاں سے نکالنے کی کوشش نہیں کریں گے۔ ایسی صورت میں آپ کو ایک انصاف پسند شخص کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔"

اورنگ زیب نے بگڑ کر اس کو دیکھا۔ "یعنی کہ میں فارس کو اس معاملے سے نکالنے کی کوئی کوشش نہ کروں؟" کیمپین منیجر احمر شفیع مسکرایا اور چٹکی بجائی۔

"یہی تو ساری گیم ہے سر! آپ کی جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ اس اسکینڈل پہ پردہ ڈالنے کی کوشش کرتا۔ لیکن آپ کے مخالفین کسی بھی صورت آپ کو اس

اسکینڈل کو کور کرنے نہیں دیں گے 'تو پھر کیا ہی اچھا ہو ہم بھی اسے کور کرنے کی کوشش نہ کریں 'بلکہ ہم انہی کا داؤ انہیں پہ کھیل جائیں۔ دیکھیں۔۔۔" وہ اب اپنی اس اسٹریٹجی کی مزید مین میخ سمجھانے لگا 'اورنگ زیب بظاہر برے موڈ کے ساتھ لیکن توجہ سے سن رہے تھے۔ ہاشم نے نگاہ اٹھا کر دوبارہ بے حد بے زاری اور تلخی سے ان دونوں کو دیکھا اور پھر کی بورڈ پہ ٹائپ کرنے لگا۔ اس کو جس خبر کا انتظار تھا' زمر کے بیان کا' وہ آ کے نہیں دے رہی تھی۔ پانچ دن ہو چکے تھے زمر کو گولی لگے 'فارس آزاد گھوم رہا تھا 'بیوی کی موت کا سوگ منا رہا تھا 'اور فی الحال کوئی بھی نہیں تھا جو یہ کہہ سکے کہ یہ قتل فارس نے کیا ہے۔ گو کہ ہوٹل کے کمرے سے مخبری کے بعد گن برآمد کر لی گئی تھی 'مگر فارنزک رپورٹ کو اس نے ابھی روک رکھا تھا۔ فارنزک اور فنگر پرنٹ رپورٹ زمر کے بیان کے بعد آنی چاہیے۔ یہ پلان تھا 'مگر زمر۔۔۔ اگر زمر مر گئی۔۔۔ اف۔۔۔ اس سے آگے وہ سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا۔ ایک لاش کا مزید بوجھ اپنے کندھوں پر۔۔۔ نہیں!

وہ سر جھٹک کر اپنی ای میل کھولنے لگا۔ خاور نے دو روز پہلے اس کو فارس کی اٹلی والی لڑکی کی تفصیلات بھیج دی تھیں۔ اس کے واہمے درست تھے۔ وہ علیشا ہی تھی۔ مگر اس نے ہاشم سے رابطے کی کوئی کوشش نہیں کی تھی۔ وہ اسی سے ملنے ادھر آئی تھی 'ہاشم کو معلوم تھا 'اسی لیے اس نے بھی علیشا کو نہیں چھیڑا۔ وہ خود چل کر اس کے آفس آئے گی۔ کب؟ وہ منتظر تھا۔ باہر کھڑی علیشا نے سیکریٹری کو نفی میں سر ہلاتے دیکھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔

"آپ کی کوئی اپائنٹمنٹ ریکارڈ نہیں ہے 'کیا آپ ان سے اپائنٹمنٹ لینا چاہیں گی؟" مگر علیشا نے بغیر مڑے اور تیزی سے دروازے کی طرف آئی۔ اس سے پہلے کہ کوئی اسے روک پاتا 'اس نے دروازہ کھول لیا۔

سب سے پہلے ہاشم نے چونک کر دیکھا تھا اور پھر وہ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ بالکل سپاٹ 'سرد سا۔ اورنگ زیب نے ہاتھ میں پکڑے ٹیب پہ احمر شفیع کی پریزنٹیشن دیکھتے جیسے سر اٹھایا تو وہ بھی ایک دم بالکل ٹھہر سے گئے۔

وہ دروازے میں کھڑی تھی اور سیکریٹری پیچھے سے آ کر اسے روکتے ہوئے سخت سست سنا رہی تھی۔ اورنگ زیب صاحب کے ساتھ جھکے کنسلٹنٹ لڑکے نے باری باری ان دونوں باپ بیٹے کے تاثرات دیکھے اور پھر سیدھا ہوا۔ سیکریٹری کو اشارہ کیا 'وہ خاموش ہو کر پیچھے ہٹ گئی۔ علیشا دو قدم مزید اندر آئی 'وہ مسلسل اورنگ زیب کاردار کو دیکھ رہی تھی 'بنا پلک جھپکے 'سپاٹ چہرے کے ساتھ 'جیسے تاثرات چھپانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ہاشم ایک دم مڑا 'سختی سے احمر کو دیکھا۔ "باہر جاؤ 'فوراً"

کنسلٹنٹ لڑکا سر اثبات میں ہلاتے ہوئے دونوں ہاتھ اٹھا کر گویا سمجھانے لگا۔

"سر! اگر تو یہ کوئی اسکینڈل ہے تو میرا خیال ہے میرا یہاں موجود ہونا سب سے ضروری ہے۔ کیونکہ میں ہی آگے پیش آنے والی صورت حال کا تجزیہ کر سکتا ہوں اور میں ہی آپ کو بہتر طریقے سے گائیڈ کر سکتا ہوں کہ آپ کو اس سچویشن کو کس طرح ہینڈل کرنا ہے؟ کیونکہ میں نے۔۔۔"

ہاشم گھوم کر اس طرف آیا 'باپ کے ہاتھ سے ٹیب لے کر کنسلٹنٹ کو دے مارنے کے انداز میں تھمایا 'اسے کہنی سے پکڑا 'کھینچ کر دروازے تک لے کے گیا اور ہکا بکا سے احمر کو باہر نکال 'گویا دفعان کر کے دروازہ بند کیا۔ پھر واپس مڑ کر علیشا کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ سخت شعلہ بار نظروں سے اسے گھورا۔

"کیا چاہیے؟ کس لیے آئی ہو؟"

اورنگ زیب بھی اب سیدھے ہو کر بیٹھ گئے تھے اور تیکھی خاموش نظروں سے اسے دیکھ رہے تھے۔ علیشا نے نظروں کا رخ ہاشم کی طرف پھیرا۔ پھر خود کو بااعتماد ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

"پیسے چاہئیں۔" ہاشم نے استہزائیہ سر جھٹکا۔ گھوم کر آگے آیا اور باپ کی کرسی کے ساتھ جا کھڑا ہوا۔ اب وہ دونوں ایک سمت تھے اور ان کے مقابل

سکوں۔" وہ اب کہ بولا تو لہجے میں ذرا نرمی تھی' اورنگ زیب نے ناگواری سے ہاشم کو دیکھا' مگر بولے کچھ نہیں۔ انہیں معلوم تھا کہ ہاشم یہ سب اس سے کچھ کہلوانے کے لیے کہہ رہا ہے۔ علیشا کو حوصلہ ہوا۔

"شاید آپ بھول گئے میں کمپیوٹرز میں اچھی ہوں' میں نے آپ کے والد (اس نے "آپ کے" پہ زور دیا) کا ای میل اکاؤنٹ ہیک کر رکھا تھا اور میں دیکھتی تھی کہ وہ کس طرح ایک چھوٹی لڑکی کو ای میلز بھی کرتے تھے اس کی میلز کا جواب بھی دیتے تھے اور اس کو سراہتے بھی تھے۔ میں صرف یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ آخر اپنے خون کو چھوڑ کر کسی اور کی بیٹی سے اتنا پیار کوئی کیسے رکھ سکتا ہے؟"

"اور اب تم اس کسی اور کی بیٹی کو نقصان پہنچانا چاہتی ہو؟ رائٹ؟"

ہاشم کے چہرے کی سختی لوٹ آئی' وہ ایک قدم مزید آگے بڑھا اور علیشا دو قدم پیچھے ہٹی۔ وہ اب خوف زدہ نظر آ رہی تھی' جیسے اسے لگ رہا ہو' ہاشم ابھی اس پہ جھپٹ پڑے گا۔

"تم نے اسے کیسے ٹریپ کیا' بالکل سچ سچ بتانا' ورنہ مجھے سچ نکلوانے کے بہت سے طریقے آتے ہیں۔" علیشا کی گردن خود بخود نفی میں ہلی۔ حلق سوکھ چکا تھا۔ لہجے بھر کی نرمی نے اسے دھوکا دیا تھا۔

"میں نے اسے ٹریپ نہیں کیا۔ میں وہ گیم کھیلنے لگی جو وہ کھیلتی تھی۔ مجھے معلوم تھا وہ مجھے کانٹیکٹ کرے گی اور پھر ہم دوست بن گئے۔" پھر اس کے چہرے پہ بے چینی ابھری۔ "ہم واقعی دوست ہیں' پلیز اس کو کچھ مت کہنا۔ پلیز۔"

وہ کمزور پڑ گئی۔ وہ جانتی تھی وہ اس طاقتور اور رعب دار باپ بیٹے سے سامنے کمزور پڑ جائے گی اور بالکل ایسا ہوا تھا۔ ایسا ہی ہونا تھا۔

"میں اس کو بہت پسند کرتی ہوں وہ میری بہت اچھی دوست ہے۔ پلیز میری اور اس کی دوستی کو کسی اور نظر سے مت دیکھو۔" ہاشم نے گہری سانس لی۔ اثبات میں سرہلایا' اپنی سابقہ کرسی کھینچی' بیٹھا' ٹانگ پہ ٹانگ رکھی۔ اور گردن اٹھا کر تمکنت اور رعونت سے علیشا کو دیکھا۔

"اب تمہیں جو کرنا ہے کر لو' کیونکہ تمہیں میرے پاس سے ایک پھوٹی کوڑی بھی نہیں ملے گی۔ اپنے ملک واپس جاؤ' محنت مزدوری کرو اور پھر جس اسکول میں جانا ہے جاؤ۔ اور نہیں تو کہیں اسکالرشپ کے لیے اپلائی کر دو۔ کوئی نہ کوئی تم پہ ترس کھا کے کچھ دے دے گا۔ لیکن وہ شخص کم از کم میرا باپ نہیں ہو گا۔" اس کے بعد سختی سے انگلی اٹھا کر دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ "آؤٹ۔" علیشا کی آنکھوں میں ابھرتی نمی بڑھنے لگی۔ اس نے تڑپ کر اپنے باپ کو دیکھا۔

"خداوند تمہیں کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

مڑی اور تیز تیز قدموں سے باہر نکل گئی۔ اس کا یہاں آنا' اس کا یہاں ٹھہرنا' ان کے پاس آ کے منت کرنا سب بے کار لگ رہا تھا۔

اس کے نکلتے ہی ہاشم کے تاثرات بدلے۔ وہ تیزی سے اٹھا' اورنگ زیب کے چہرے پہ بھی اب قدرے تفکر تھا۔

"ہاشم!" انہوں نے پکارا مگر اس سے پہلے ہی وہ ان کی طرف گھوما' میز پہ ہاتھ رکھے ان کے سامنے جھکا۔ اور ان کی آنکھوں میں دیکھ کر چبا چبا کر بولا۔ "میں ہمیشہ کی طرح اس دفعہ بھی آپ کا پھیلایا گند صاف کر لوں گا' کیونکہ ہاشم ہے ہی اس کام کے لیے۔ ہاشم ہر چیز سنبھال سکتا ہے' یہ بھی سنبھال لے گا۔ لیکن میری بات یاد رکھیے گا۔ اگر میری ماں کو اس بارے میں کچھ بھی پتا چلا' یا وہ ہرٹ ہوئیں تو میں آپ کا ساتھ نہیں دوں گا۔"

پھر سیدھا ہوا۔ اپنا لیپ ٹاپ اٹھایا اور انہیں گھور کر دیکھتا مڑ کر باہر نکل گیا۔ اورنگ زیب غصے سے منہ میں کچھ بڑبڑا کر سر جھٹک کر رہ گئے۔ ابھی فارس کا مسئلہ ختم نہیں ہوا تھا کہ ایک اور مسئلہ آن پہنچا تھا۔ برے وقت کی ایک غلطی۔ اف!

☼ ☼ ☼

شیشہ گروں نے اس کی بصیرت بھی چھین لی
آنکھیں تھیں اس کے پاس مگر دیکھتا نہ تھا

اسپتال کا ویٹنگ روم یخ ٹھنڈا تھا' حنین گھٹنے ملا کر سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھی تھی۔ علیشا ساتھ کھڑی اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھے تسلی دینے والے فکر مند انداز میں کہہ رہی تھی۔

"آئی ایم سو سوری' جو بھی تمہاری آنٹی کے ساتھ ہوا' میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ ان کے زخم اتنے گہرے ہوں گے۔ مجھے بتاؤ کیا میں تمہارے لیے کچھ کر سکتی ہوں؟" وہ بے حد پرملال نظر آ رہی تھی۔ چہرے پہ چند گھنٹے پہلے کی ہاشم کے ساتھ کی گئی ملاقات کا اثر اور شکستگی ابھی تک برقرار تھی۔ اور وہ حنین کے لیے فکر مند بھی تھی۔

حنین نے سوگواریت سے نفی میں سرہلاتے ہوئے چہرہ اٹھایا' عینک کے پیچھے اس کی آنکھوں میں بے حد دکھ تھا۔

"میرا نہیں خیال ہم پھپھو کے لیے اب کچھ کر سکتے ہیں' میں ان کے لیے پہلے بھی کچھ نہیں کر سکی تھی۔ اب مجھے ہر اس رویے پر شرمندگی ہے جو میں نے ان کے ساتھ رکھا۔"

علیشا اس کے کندھے کو تھپکتے ہوئے اس کے ساتھ بیٹھی' پرس اپنے قدموں کے قریب رکھا۔ اور پھر سمجھانے والے انداز میں کہنے لگی۔

"تم پرانی باتوں کو بھول جاؤ' دلوں کے سارے میل دھو ڈالو۔ جن رشتوں کی مشترک شے "خون" ہوتی ہے' وہ ایک دوسرے کی طرف پلٹ کے ضرور آتے ہیں۔" حنین بے دلی سے اس کی ساری باتیں سنتی رہی۔ کسی بات سے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا۔ اس کی پریشان نگاہیں بار بار کوریڈور کی طرف اٹھتی تھیں' جس کے پار کمرے میں زمر تھی۔ اس نے بیان دینے کے لیے رضامندی ظاہر کی تھی اور ابھی پولیس آئی تھی۔ تب سے سعدی اور پولیس آفیسرز باہر نہیں نکلے تھے۔

"تمہاری امی کدھر ہیں؟ میں ان سے افسوس ہی کر لیتی۔" علیشا رکی' پھر وضاحت دینے والے انداز میں بولی۔

"آئی ایم سوری میں پچھلے کچھ دن بہت مصروف رہی۔ اپنی ڈاکومینٹری کے سلسلے میں۔" کہتے ہوئے اس کے چہرے کا رنگ قدرے پھیکا پڑا' مگر حنین نے نوٹ نہیں کیا۔ علیشا نے شکر ادا کیا' اپنی دوستی کو کسی بھی قیمت پہ وہ داؤ پہ نہیں لگانا چاہتی تھی۔

"وہ میرے دادا کے پاس ہیں۔ ان کو گھر شفٹ کر دیا گیا ہے' وہ بہت بیمار ہیں' پھپھو کے حادثے نے ان پہ بہت برا اثر ڈالا ہے۔" وہ آہستہ آہستہ پیش آنے والے تمام حالات بتانے لگی۔ علیشا سنتی گئی۔ ان سے ہٹ کر کوریڈور کے اس پار کمرے میں' زمر بستر پہ لیٹی تھی۔ چادر گردن تک ڈالے سرہانے کی طرف سے بیڈ اوپر کو اٹھا تھا اور وہ تکیوں سے ٹیک لگائے سپاٹ چہرے اور خشک ویران آنکھوں کے ساتھ اپنے سینے پہ رکھے باہم ملے ہاتھوں کو دیکھ رہی تھی۔ سعدی اس کے ساتھ کھڑا تھا۔ بالکل ساتھ۔ دو پولیس والے سامنے موجود تھے' بیان قلم بند کیا جا رہا تھا۔

"پھر فارس غازی نے مجھے کال کر کے جگہ کی تبدیلی کا بتایا' اس کے کہنے پہ میں اس ریسٹورنٹ گئی جہاں پہ اس نے مجھے بلایا تھا۔" سعدی نے چونک کر اسے دیکھا' اسے حیرت ہوئی یہ بات فارس یا حنین نے اسے نہیں بتائی تھی۔

"ریسٹورنٹ میں جانے کے بعد کیا ہوا؟" اے ایس پی سرمد شاہ پوچھ رہا تھا۔ زمر نے جواب دینے کے لیے نگاہیں اٹھائیں' پہلے اس کو دیکھا پھر گردن پھیر کے سعدی کو اور ایک ہاتھ سعدی کی طرف بڑھایا' سعدی اس کا ہاتھ پکڑتے قریب ہوا۔ جیسے کوئی مورل سپورٹ تھی جس کی اس کو ضرورت تھی۔ اب کہ اس نے زیادہ اعتماد سے پولیس آفیسر کو دیکھا اور بولی تو آواز ٹھنڈی تھی۔

"فارس نے مجھے کال کی اور اس نے مجھے کہا کہ اسی نے اپنے بھائی کو قتل کیا تھا۔ اور یہ کہ اس کے پاس کوئی ایلی بائی نہیں تھا۔" سعدی نے کرنٹ کھا کر اپنا ہاتھ

اس کے ہاتھ سے نکالا۔ بے حد بے یقینی سے اس کا چہرہ دیکھا۔ جو فارس کے کہے تمام الفاظ من و عن دوہرا رہی تھی۔

"زمر؟" اس نے استعجاب سے پکارا۔ زمر رکی‘ اپنے خالی رہ جانے والے ہاتھ کو دیکھا اور پھر سعدی کو۔ یہ اس کے لیے غیر متوقع تھا۔ آفیسر پوچھ رہا تھا کہ پھر کیا ہوا؟ اور زمر سعدی کو دیکھ رہی تھی۔ وہ بالکل گنگ تھا۔

"آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ ماموں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔"

"سعدی میں ادھر تھی‘ فارس نے مجھے کال کیا‘ اس نے یہ سب مجھے کہا‘ یہ سب جو میں نے ابھی لکھوایا ہے۔ اور پھر اس نے کہا کہ وہ مجھے صرف ایک گولی مارے گا‘ وہ بھی دل میں۔ لیکن اس نے مجھے تین گولیاں ماریں۔ اس نے کہا کہ وہ اپنی بیوی کو بھی قتل کرنا چاہتا ہے اور مجھے بھی۔ اور پھر ایسا ہی ہوا اس نے شوٹ کیا۔ آپ اس کے گھر جائیں اس کی گنز تلاش کریں‘ اس کے پاس گنز کی ایک بہت بڑی کلیکشن ہے۔ مجھے یقین ہے انہی میں سے کوئی گن اس نے ہمارے اوپر استعمال کی ہوگی۔ میں تو یہ سمجھ نہیں پا رہی کہ وہ ابھی تک آزاد کیوں گھوم رہا ہے؟ سعدی تم میری بات سن رہے ہو؟" آخری الفاظ کہتے ہوئے اس کا اعتماد کم ہو رہا تھا۔ سعدی بے حد بے یقینی سے نفی میں سر ہلاتے ہوئے دو قدم پیچھے ہٹا۔

"زمر! آپ کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے‘ ایسا کچھ بھی نہیں تھا۔" پھر تیزی سے وہ آفیسرز کی طرف مڑا۔

"آپ پلیز اس کو بند کر دیں۔ مجھے اپنی پھپھو سے بات کرنی ہے۔ یہ بیان اس کے بعد بھی کیا جا سکتا ہے‘ پلیز آپ ابھی باہر جائیں۔" وہ ان کو باہر بھیجنا چاہتا تھا۔ زمر کے چہرے کا رنگ بدلا‘ لب بھینچ گئے۔ اس نے قدرے غصے سے سعدی کو دیکھا۔

"مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی‘ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ اس نے کہا‘ اس نے اپنے بھائی کو قتل کیا ہے‘ اس نے کہا وہ اپنی بیوی کو اور مجھے قتل کرنے جا رہا ہے۔ اور اس نے ہم پہ گولی چلائی۔ یہ گولی ہم پہ فارس نے چلائی۔ میں اس بات کی گواہ ہوں۔"

"زمر پلیز خاموش ہو جائیں۔ کچھ بھی مت کہیں۔ یہ سب کوئی بہت بڑی غلط فہمی ہے‘ پلیز خاموش ہو جائیں۔" وہ بے حد الارمڈ سا ہو کر اس کو باز رکھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ اور اس کو سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس طرح پولیس والوں کو وہاں سے نکالے۔

"سعدی! میری بات سنو۔ میں سچ کہہ رہی ہوں‘ میرا دماغی توازن بھی بالکل برقرار ہے۔ میں کسی بھی Duress میں آ کر یہ بیان نہیں دے رہی‘ میں ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر زمر یوسف ہوں‘ میری ایک کریڈیبلٹی ہے۔ میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ یہ سب فارس نے کیا ہے‘ اسی نے اپنے بھائی کو مارا‘ اسی نے ہمیں بھی مارنا چاہا۔ آپ اس کو بلا لیں‘ آپ اس کو میرے سامنے لا کر یہ سب پوچھ سکتے ہیں۔"

"زمر! پلیز خاموش ہو جائیں۔" وہ تڑپ کر اس کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا‘ لیکن زمر نے دیکھا سعدی کا ہاتھ اب اس کے ہاتھ میں نہیں تھا۔ اس نے اپنا خالی ہاتھ پیچھے کھینچ لیا۔ چہرے کے تاثرات مزید سرد ہو گئے۔ اے ایس پی سرمد آگے بڑھا۔ سعدی کے کندھے پہ ہاتھ رکھا‘ اور تنبیہی انداز میں اس کو دیکھا۔

"آپ باہر چلے جائیں اور اگر آپ نے کال کر کے فارس غازی کو متنبہ کرنے کی کوشش کی تو میں آپ کو قانون کی راہ میں رکاوٹ ڈالنے کے جرم میں گرفتار کر سکتا ہوں‘ اور مجھے امید ہے آپ کوئی بھی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس کا نقصان صرف اور صرف آپ کے ماموں کا ہوگا۔" دوسرے آفیسر نے دروازہ کھولا‘ وہ سعدی کو باہر جانے کو کہہ رہے تھے۔ وہ پھر بھی اس کو دیکھتی رہی بظاہر سپاٹ‘ سرد نظروں سے‘ لیکن ان میں جیسے بے چینی تھی‘ امید تھی۔ وہ ابھی آئے گا اور اس کا ہاتھ تھام کر کہے گا‘ میری پھپھو سچ کہہ رہی ہیں‘ میری پھپھو جھوٹ نہیں بول سکتیں‘ مگر وہ بے یقین حق دق سا لڑکا مسلسل نفی میں سر ہلا رہا تھا۔ "یہ سب غلط ہو رہا ہے۔ ایسا نہیں ہے میرے ماموں ایسا نہیں کر سکتے‘

میں سچ کہہ رہا ہوں میری بات سنیں‘ آپ پلیز یہ بیان روک دیں۔" مگر آفیسر نے اس کی اگلی بات نہیں سنی تھی‘ اس نے بہت عزت اور احترام سے اس کی کہنی کو تھامے اس کو باہر کا رستہ دکھایا‘ اور دروازہ بند کر دیا۔ زمر نے آنکھیں بند کیں‘ چند گہرے سانس اندر اتارے۔ اور پھر کھولیں تو وہ پہلے سے زیادہ خود کو سمیٹ چکی تھی۔ اس نے کہنا شروع کیا۔ وہی سب جو اس کے نزدیک سچ تھا اور یہ سب کہتے ہوئے اس کی نظروں کے سامنے اسپتال کے بستر پہ لیٹا اپنا وجود تھا‘ نہ ہی ارد گرد لگی نالیاں تھیں‘ مشینز اور فضا میں رچی بسی اسپرٹ کی عجیب سی بو... ناکارہ گردے... ڈائیلیسز والی زندگی... کچھ بھی نہ تھا... صرف فالج زدہ بڑے ابا تھے... صرف وہی۔

بے حد مضمحل اور پریشان سا سعدی باہر آیا۔ کوریڈور سے گزرتے ہوئے وہ ویٹنگ روم کے سامنے رکا‘ پھر تیزی سے اندر آیا۔ حنہ اور علیشا وہاں بیٹھی باتیں کر رہی تھیں۔

"حنین" اس کے انداز پہ حنین بے اختیار اٹھ کھڑی ہوئی‘ متفکر نگاہوں سے اس کا چہرہ کھوجا۔ "کیا ہوا بھائی؟"

"جب تم اور ماموں اور..." ایک نگاہ ساتھ کھڑی فارنر لڑکی پہ ڈالی‘ پھر حنین کو دیکھا۔

"اور تمہاری فرینڈ‘ زمر کا انتظار کر رہے تھے ہوٹل میں کیا تب ماموں نے ان کو کوئی کال کی تھی؟" حنین نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔

"کیا مطلب کیسی کال؟"

"حنین! جب تم سب لوگ ساتھ تھے تو کیا ماموں نے زمر کو کسی ریسٹورنٹ میں بلایا تھا؟ انہوں نے انہیں کوئی کال کی تھی؟ جس میں انہوں نے کہا کہ وہ..." وہ رکا۔ یہ الفاظ تو وہ خود بھی ادا نہیں کر پا رہا تھا۔ بمشکل ہمت مجتمع کر کے بولا۔

"انہوں نے کہا کہ وہ‘ وہی وارث ماموں کے قاتل ہیں اور وہ زمر کو بھی مارنا چاہتے ہیں اور زرتاشہ آنٹی کو بھی۔" حنین کے چہرے پہ پہلے حیرت ابھری اور پھر شدید شاک۔

"آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا۔" پھر اس نے **علیشا** کو دیکھا۔ "**علیشا**... ہم سب ساتھ تھے ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا۔ انہوں نے ایک دو دفعہ کال کی تھی مگر پھپھو کا فون بند جا رہا تھا۔" **علیشا** نے بھی اتنی ہی الجھن سے سعدی کا چہرہ دیکھا۔

"میں مداخلت نہیں کرنا چاہتی لیکن ہم لوگ کم از کم ڈیڑھ گھنٹہ وہیں پہ رہے۔ میرے ہوٹل کے کمرے میں اور ہم باتیں کرتے رہے تھے یا زیادہ وقت خاموش رہے تھے۔ پھر فون آیا کہ زرتاشہ کو گولی لگی ہے‘ جو حنین کے انکل کی بیوی تھی۔ اس پر یہ دونوں اکٹھے وہاں سے نکل گئے۔" سعدی اس کی طرف مڑا۔ اس نے ٹھہر کر اس سے پوچھا۔

"کیا جب تم لوگ ساتھ تھے‘ تم تینوں تو کسی ایک لمحے کے لیے بھی فارس ماموں تم لوگوں سے الگ ہوئے تھے؟" حنین اور علیشا دونوں نے نفی میں سر ہلایا۔ "نہیں‘ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا تھا بھائی۔ مگر آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

سعدی نے کرب سے آنکھیں بند کیں‘ کنپٹی دونوں ہاتھوں سے مسلی۔ وہ بہت پریشان ہو گیا تھا۔

"زمر کہہ رہی ہیں کہ ماموں نے انہیں کال کیا اور ماموں نے انہیں کہا کہ وہ ان کو شوٹ کرنے لگے ہیں اور یہ کہ ماموں نے ان کے سامنے اعتراف جرم کیا۔" حنین کے چہرے کا شاک ایک دم ناگواری اور غصے میں ڈھلا۔ وہ تیزی سے آگے آئی۔

"کیا مطلب ماموں نے یہ سب کہا؟ پھپھو جھوٹ بول رہی ہیں‘ ماموں ہمارے ساتھ تھے انہوں نے کچھ بھی نہیں کہا۔ یہ کیا مذاق ہے؟" وہ طیش سے بپھر رہی تھی۔ زمر اس قسم کی حرکت کیوں کر‘ کر سکتی تھی؟ سعدی نے نفی میں گردن ہلائی‘ اور تھکا تھکا سا کرسی پہ بیٹھ گیا۔

"مجھے کچھ نہیں پتا‘ کیا ہو رہا ہے؟ مگر زمر کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ وہ ماموں پہ الزام لگا رہی ہیں‘ ماموں تو خود اتنے ٹوٹ گئے ہیں۔ انہوں نے تو ایسا سوچا بھی

نہیں تھا کہ یہ سب ہو گا۔ ماموں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ ہے نا حنین؟" اس نے تائید کے لیے سر اٹھا کر حنین کو دیکھا۔ وہ اس کی طرح پریشان نہیں تھی' وہ غصے میں تھی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا پھپھو ماموں سے کون سا بدلہ اتار رہی ہیں؟ یہ ایک دہشت گردی کی کارروائی تھی وہ اس میں ماموں کو کیوں گھسیٹ رہی ہیں؟ انہیں ایسا کرنا بالکل زیب نہیں دیتا۔ مجھے کبھی ان سے اس چیز کی توقع نہیں تھی۔" وہ غصے سے واپس بیٹھی' اب چہرے پہ کچھ دیر پہلے کی چھائی زمر کے لیے ہمدردی ختم ہو چکی تھی وہاں صرف اور صرف ملال بھری بے بسی تھی۔ علیشا ان دونوں کے سامنے کھڑی فکر مندی سے باری باری دونوں کا چہرہ دیکھ رہی تھی۔ اس کی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس مسئلے میں پھنستی جا رہی ہے۔

"بھائی! آپ ماموں کو کال کریں' ان سے پوچھیں کہ پھپھو کیا کہہ رہی ہیں۔" سعدی نے تھکی تھکی نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں ایسا کچھ بھی نہیں کر سکتا جو فارس غازی کو مزید مشتبہ بنائے۔ اس بیان کے بعد پولیس ان سے ضرور پوچھ گچھ کرے گی۔ شاید ان کو گرفتار بھی کر لے۔ مجھے واقعی نہیں پتا کہ ہمیں کیا کرنا چاہیے۔"

"اگر آپ نہیں بتائیں گے تو میں انہیں کال کرنے جا رہی ہوں۔ انہیں پتا ہونا چاہیے کہ پھپھو ان پہ کیا الزام لگا رہی ہیں' اور وہ بھی پولیس کے سامنے۔ او گاڈ!" حنین کا تو بس نہیں چل رہا تھا کہ وہ ہر چیز کو تہس نہس کر ڈالے۔ وہ بے اختیار کھڑی ہوئی جیسے واقعی کال کرنے جا رہی ہو۔ سعدی نے اسے روکا۔

"نہیں' اس وقت چیزوں کو خراب کرنے کی نہیں ان کو حل کرنے کی ضرورت ہے۔" حنین نے سوالیہ نظروں سے بھائی کا چہرہ تکا۔

"پھر ہم کیا کریں؟ کس کو بتائیں؟ کس سے مدد مانگیں؟"

سعدی نے موبائل نکالا' فون بک کھولی' نمبر ڈائل کیا۔ اور فون کان سے لگاتے ہوئے حنین سے بولا۔

"تھینک گاڈ' ہمارے رشتے داروں میں کوئی ایک شخص تو ایسا ہے جس کے بارے میں' میں کہہ سکتا ہوں کہ وہ ہر مسئلہ سنبھال سکتا ہے۔" دوسری طرف گھنٹی جا رہی تھی۔

حنین نے بھنویں سکیڑ کر اچنبھے سے سوچا اور پھر تاثرات ڈھیلے پڑے۔

"اوہ ہاشم بھائی' آپ ہاشم بھائی کو بلا رہے ہیں۔ اوکے!" وہ غیر آرام دہ سی ہو کر کرسی کے کنارے بیٹھ گئی۔ البتہ وہ ابھی بھی بے چین تھی اور ناخوش بھی۔ سامنے کھڑی علیشا کے چہرے پہ ایک رنگ آ رہا تھا اور دوسرا جا رہا تھا۔ اس ساری گفتگو میں ہاشم کا نام سب سے واضح تھا۔ ہاشم پھر ہاشم' ادھر بھی ہاشم۔

اس نے کھنکھار کے ان دونوں کو متوجہ کیا۔

"میرا خیال ہے' مجھے چلنا چاہیے۔ میری ممی کی کال آنے والی ہے' وہ ہوٹل میں مجھے اس وقت نہ پا کر پریشان ہو جائیں گی۔ میں رات کو پھر آؤں گی' تم پریشان مت ہونا۔" قریب ہو کے حنین کا کندھا تھام کر وہ کہہ رہی تھی۔ سعدی نے ذرا کی ذرا نظر اٹھا کر اس فارنر لڑکی کو دیکھا جو ان کے لیے بے حد فکر مند لگ رہی تھی۔ اور پھر وہ دوسری طرف جاتی گھنٹی سننے لگا۔

"جی ہاشم بھائی!" رابطہ ملتے ہی وہ بچوں کی سی بے ساختگی سے بولا۔

"پلیز آپ ادھر آ جائیں' جی ادھر ہی اسپتال میں' مجھے نہیں پتا یہاں کیا ہو رہا ہے لیکن پھپھو کو کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔ آپ کو تفصیل یہاں آنے پہ بتاؤں گا' لیکن وہ ابھی پولیس کو اپنا بیان دے رہی ہیں۔ اور جو وہ بیان دے رہی ہیں' وہ ہمارے خاندان کے لیے بہت تباہ کن ہو سکتا ہے۔" اور دوسری طرف کار ڈرائیو کرتے ہوئے' کانوں میں ہینڈز فری لگائے ہاشم نے تھک کر آنکھیں بند کیں۔ اور پھر گہری سانس لے کر کھولیں۔ بالآخر وہ بیان آ ہی گیا تھا جس کا وہ انتظار کر رہا تھا۔

"میں آ رہا ہوں سعدی! تم بالکل فکر مت کرو' میں

سب سنبھال لوں گا۔ ہاشم سب سنبھال سکتا ہے۔" ہلکی سی مسکراہٹ سے اس نے ہینڈز فری کانوں سے اتارے اور ایکسیلیٹر پہ پاؤں کا دباؤ بڑھا دیا۔۔۔

☼ ☼ ☼

پولیس آفیسرز زمر کے کمرے سے نکل رہے تھے' جب کوریڈور کی دیوار کے ساتھ لگے مایوس اور فکر مند سے کھڑے سعدی نے کوئی آہٹ سی محسوس کر کے گردن موڑی۔ ریسپشن کی طرف سے ہاشم چلتا ہوا آ رہا تھا' بلیک سوٹ میں ملبوس' کلائی پہ بندھی گھڑی دیکھتا' دوسرے ہاتھ میں موبائل پکڑے وہ تیز تیز قدم اٹھاتا قریب آیا۔ تحکم اور رعونت سے ان آفیسرز کو دیکھا وہ فوراً" سیدھے ہوئے تھے' اے ایس پی نے مودبانہ انداز میں سلام کیا۔ ہاشم نے محض سر کے خم سے جواب دیا۔ اور ان کو نظر انداز کر کے سعدی کی طرف آیا۔

"مجھے مختصراً" بتاؤ کہ ہوا کیا ہے؟" اور اسے تو جیسے ہاشم بھائی کے آنے سے بہت تقویت مل گئی تھی' وہ پریشانی سے تیز تیز بولتا اس کو ساری صورت حال سمجھانے لگا۔ ہاشم کے لیے کچھ بھی نیا نہیں تھا' مگر بظاہر پوری توجہ سے سن کر اس نے سر ہلایا' اور اسے وہیں رکنے کا کہہ کر کمرے کی طرف بڑھا۔

"مجھے زمر سے اکیلے میں بات کرنی ہے۔" اندر موجود ڈاکٹر کو اس نے بس ایک فقرے سے باہر بھیجا' دروازہ بند کیا اور بیڈ کے سامنے آیا۔ قدرے ٹیک لگا کے لیٹی زمر نے اکتا کر ہاشم کو دیکھا اور بے زاری سے منہ پھیر لیا۔

"آپ جس لیے بھی آئے ہیں' کتنا ہی اچھا ہو واپس چلے جائیں کیونکہ میں اس وقت کم از کم آپ سے بات کرنے کے موڈ میں نہیں ہوں۔"

"کیا یہ سچ ہے کہ آپ نے فارس کے خلاف بیان دیا ہے؟" وہ سنجیدگی سے پوچھ رہا تھا۔ زمر نے واپس منہ اس کی طرف کیا اور بگڑے تاثرات سے بولی۔

"آپ کو میرے بیان پہ جو بھی اعتراض کرنا ہے' جو بھی واویلا کرنا ہے۔ آپ کورٹ میں کر سکتے ہیں۔ کیونکہ میں اپنی کسی بات سے اک قدم بھی پیچھے نہیں ہٹوں گی۔" ہاشم کے چہرے پہ ملال ابھرا اور بے یقینی بھی۔ وہ قریب آیا۔

"میں جانتا ہوں کہ آپ مجھے کتنا ناقابل اعتبار سمجھتی ہیں' شوق سے سمجھیے مگر آپ کے بارے میں' میں ایک بات جانتا ہوں کہ آپ جھوٹ نہیں بولتیں' اور بلاوجہ کسی کے بارے میں اتنی بڑی بات نہیں کہہ سکتیں۔" وہ جو بے زاری سے اس کو دیکھ رہی تھی' قدرے چونکی' چہرے کے تاثرات ذرا نرم ہوئے۔

"آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟" آواز میں البتہ وہی بے اعتنائی اور خشکی تھی' جیسے وہ جلد از جلد ہاشم کی کمپنی سے چھٹکارا پانا چاہتی تھی۔

"میں صرف اتنا پوچھ رہا ہوں کہ کیا واقعی وہی ہوا تھا جو آپ نے پولیس سے کہا؟ کیا واقعی آپ نے فارس کو اعتراف جرم کرتے سنا؟" کافی توجہ اور دھیان سے اس کو دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ جیسے اس کا کہا گیا ایک ایک لفظ اس کے لیے بہت اہمیت رکھتا ہو۔

زمر نے اثبات میں سر ہلایا۔

"میں نے سب سچ کہا ہے۔ ایک ایک حرف۔"

ہاشم نے سمجھنے والے انداز میں "اوکے" کہتے ہوئے کالر سے نادیدہ گرد جھاڑی' کوٹ کا بٹن بند کیا اور۔

"تو پھر آپ مجھے ہمیشہ اپنی حمایت میں پائیں گی۔" کہہ کر مڑ گیا۔

زمر اس کو باہر جاتے دیکھتی رہی۔ اب بھی اس کی نگاہوں میں بے زاری تھی مگر اس کی شدت کم تھی۔

اس نے دروازہ کھولا تو باہر کھڑا سعدی نظر آیا' زمر کی نگاہوں میں امید سی جاگی۔ اس نے ذرا گردن اٹھا کے دیکھا مگر سعدی اس کی طرف نہیں دیکھ رہا تھا۔ وہ فوراً" ہاشم کی طرف پر امید سا بڑھا تھا۔ دروازہ بند ہو گیا۔ درمیان کا رستہ رک گیا۔ زمر نے سر بے دلی سے تکیے پہ ڈال دیا۔ آنکھ کے کنارے پہ ہلکی سی نمی ابھی

تھی، مگر اس نے جلدی سے انگلی کی نوک سے اسے صاف کرلیا۔ وہ بیٹھ کے رونے والوں میں سے کبھی بھی نہیں تھی۔ تو پھر آج کیوں؟ اونہہ۔

"کیا آپ نے زمر سے بات کی؟" باہر وہ بے قراری سے ہاشم سے پوچھنے لگا۔ ہاشم نے اثبات میں سر ہلاتے ہوئے اس کا کندھا تھپکا۔

"تم فکر نہ کرو ہم پولیس اسٹیشن چلتے ہیں، وہ فارس کو اریسٹ کرکے وہیں لائیں گے۔" سعدی کو جھٹکا لگا تھا۔

"کیا وہ ماموں کو اریسٹ کریں گے؟"

"وہ ڈسٹرکٹ پراسیکیوٹر ہے، اور وہ کہہ رہی ہے کہ اس کے اوپر فارس غازی نامی شخص نے قاتلانہ حملہ کیا ہے۔ وہ اس کو ضرور اریسٹ کریں گے، اس لیے تم فارس کے لیے معاملات بگاڑنے کے بجائے ٹھنڈے طریقے سے چیزوں کو حل کرنے کی کوشش کرو۔ آؤ۔" ہاشم باہر کی طرف بڑھا تو متذبذب سا کھڑا سعدی فوراً اس کے پیچھے لپکا۔ حنین بھی اب کوریڈور کے سرے پہ آکھڑی ہوئی تھی۔ وہ حنین تک رکا۔

"تم امی کو فون کرلینا، اور ان سے کہنا وہ تمہارے پاس آجائیں۔" حنین نے اثبات میں سر ہلایا۔ قدرے مشتبہ نظروں سے سامنے جاتے ہاشم کو دیکھا جواب سعدی کے انتظار میں رک گیا تھا۔ نگاہیں ملیں، ہاشم نے "کیسے ہو بیٹا؟" کہہ کر گویا حال احوال کا فرض نبھایا اور جواب کا انتظار کیے بغیر سعدی کو چلنے کا اشارہ کرتا مڑا اور پھر حنین کے سامنے وہ دونوں تیز تیز باہر نکل گئے۔

حنین لب کاٹتی، وہاں کھڑی سوچتی رہی۔ پھر زمر کے روم کے دروازے تک آئی، دستک دینے کو ہاتھ بڑھایا مگر ہاتھ نے دروازے کو نہیں چھوا۔ اس نے ہاتھ گرا دیا۔ کسی بھی چیز کا کوئی بھی فائدہ نہیں تھا۔ کم از کم اس کی زمر سے اتنی بے تکلفی نہیں تھی کہ وہ ایک بے فائدہ گفتگو اس کے ساتھ کرسکے، وہ برے دل کے ساتھ واپس پلٹ گئی۔

☼ ☼ ☼

افکار پہ پہرا ہے قانون پہ شہرا ہے
جو صاحبِ عزت ہے وہ شہر بدر ہوگا

پولیس اسٹیشن کے اس کمرے میں ایک خالی میز بچھی تھی اور اس کے گرد تین کرسیاں، سعدی بے چینی سے کرسی کے کنارے ٹکا میز پہ کہنیاں رکھے سر ہاتھوں میں گرائے بیٹھا تھا۔ اکیس سالہ کم عمر چہرے پہ بے پناہ فکر مندی تھی۔ ساتھ والی کرسی پہ ہاشم ٹانگ پہ ٹانگ رکھے بیٹھا موبائل پہ بٹنز دبائے جارہا تھا۔ وقفے وقفے سے وہ نظر اٹھا کے سعدی کو بھی دیکھ لیتا۔ کبھی کبھی کندھے پہ ہاتھ رکھ کے تسلی آمیز انداز میں تھپک دیتا۔

"میں سب سنبھال لوں گا، بے فکر رہو۔" سعدی نے بدقت مسکرانے کی کوشش کی۔ مگر اس وقت کسی بھی چیز کا دل نہیں چاہ رہا تھا۔ وہ کتنی دیر سے فارس غازی سے ملاقات کے لیے بیٹھے تھے مگر کوئی اسے لا ہی نہیں رہا تھا۔

باہر پچھلی سہ پہر رات میں ڈھل چکی تھی۔ سعدی اٹھ کر کمرے میں ارد گرد مضطرب سا چکر کاٹنے لگا۔

یہ خیال کہ فارس ایک ناکردہ جرم کی پاداش میں کسی غلط فہمی کی وجہ سے حوالات میں بند ہے اور اس سے پوچھ گچھ کا سلسلہ جاری ہے اس کے لیے انتہائی تکلیف دہ تھا۔ ہاشم ہنوز موبائل پہ بٹنز دبائے جارہا تھا۔

دفعتاً" دروازہ کھلا، ہاشم نے کافی پرسکون انداز میں اور سعدی نے بے حد بے تابی سے اس طرف دیکھا۔ دو اہلکار فارس غازی کو لیے آرہے تھے۔ اس کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں تھیں۔ سیاہ جینز پہ راؤنڈ نیک والی گرے شرٹ میں ملبوس جس کی آستینیں کلائی تک آتی تھیں، فارس انتہائی غصے بھری بے بسی کی سی کیفیت میں تھا۔ ابرو بھنچے تھے اور ہلکی سنہری آنکھوں میں شدید تلخی تھی۔

ہاشم موبائل رکھ کر فوراً" اٹھا" ایک کڑی نگاہ اہلکار پہ ڈالی۔

"ہتھکڑی کھولو۔" اس کا انداز اتنا سخت تھا کہ بنا

چوں سے فارس کی ہتھکڑی کھول دی گئی۔ فارس نے ہاتھ جھٹکے، کرسی کھینچی اور ٹانگ پہ ٹانگ رکھ کے بیٹھا، اس کے ماتھے پہ ابھی تک بل تھے۔

"تم ٹھیک ہو؟"

ہاشم مصنوعی ہمدردی سے پوچھتے ہوئے کھڑا رہا جب کہ سعدی جلدی سے آکر اس کے ساتھ والی کرسی پہ بیٹھا۔ فارس نے ایک تیکھی نظر ہاشم پہ ڈالی اور استہزائیہ سر جھٹکا جیسے کہہ رہا ہو کہ مجھے اس حالت میں دیکھ کر سب سے زیادہ خوشی تمہیں ہی ہوئی ہوگی۔ ہاشم اس کی سرد مہری محسوس کرکے دروازے کی طرف بڑھا۔

"میں اے ایس پی سے مل کر آتا ہوں، تم بات کر لو۔" سعدی کو اشارہ کرکے وہ باہر نکل گیا۔ اب کے فارس نے ان ہی تاثرات سے اسے دیکھا۔

"کیا واقعی تمہاری پھپھو نے مجھ پہ یہ الزام لگایا ہے؟" اس کی آنکھوں میں شدید غصہ تھا۔ سعدی نے بے بسی سے نفی میں سر ہلایا۔

"میں خود سمجھ نہیں پا رہا، یہ کیا ہوا ہے! کیا آپ نے انہیں کال کی تھی؟ کیا جب آپ نے ان کو ریسٹورنٹ میں بلایا تھا۔۔۔"

"میں نے انہیں کسی ریسٹورنٹ میں نہیں بلایا تھا، ہوٹل میں بلایا تھا، حنین تھی، اس کی وہ دوست تھی، میں نے انہیں کوئی کال نہیں کی تھی، میں سمجھ نہیں پا رہا، میڈم میرے بارے میں ایسی باتیں کیوں کر رہی ہیں، یہ سب جھوٹ ہے، بکواس ہے!" اس نے طیش سے کہتے ہوئے میز پہ مکا مارا۔

سعدی پیچھے کو ہوا، لب کاٹتے ہوئے سوچنے لگا، اب کچھ کچھ صورت حال سمجھ میں آرہی تھی۔

"مگر انہوں نے کہا، آپ نے انہیں کال کرکے کہا ہے کہ آپ نے ہی وارث غازی کا قتل کیا ہے اور یہ بھی کہ۔۔۔" سعدی رکا، اسے وہ تمام تکلیف دہ الفاظ یاد تھے جو زمر نے اس کے سامنے آفیسر کو بتائے تھے۔

"اور یہ کہ میں تمہیں صرف ایک گولی ماروں گا زمر، اور اس طرح کی بہت ساری باتیں۔"

وہ واقعی دہرا نہیں پا رہا تھا، اسے شرمندگی ہو رہی تھی، آخر زمر اس قسم کی بات کیسے کر سکتی ہیں۔

"میں میڈم سے ایسی بات کیوں کروں گا؟ میرے پاس دو گواہ ہیں، حنین اور علیشا، ہم سارا وقت ایک ساتھ رہے، میں نے کسی سے ایسی کوئی بات نہیں کی اور میں اس کو کیسے گولی مار سکتا ہوں؟ میرے پاس تو اس وقت کوئی گن بھی نہیں تھی۔"

"مگر جو گولی پھپھو کو ماری گئی تھی وہ علیشا کے کمرے کے ساتھ والے کمرے کی کھڑکی سے ماری گئی اور جب پولیس نے وہاں پر چھاپا مارا تو وہاں موجود گن آپ کی تھی، اس پر آپ کے فنگر پرنٹس تھے، یہ وہی امریکن گن تھی جو آپ نے بلیک میں پشاور سے خریدی تھی۔ اور آپ کے نشان لگے گلاس اور کٹلری بھی وہاں سے قبضے میں لی گئی ہے۔ فنگر پرنٹس کے رزلٹ آگئے ہیں، وہ کمرہ بھی آپ کے نام بک تھا اور ہوٹل کے اس فلور کے سی سی ٹی وی کیمرا بھی خراب تھے، سو آپ علیشا کے کمرے میں گئے یا دوسرے کمرے میں، کوئی ثبوت نہیں ہے اور اس پہ مستزاد زمر کا یہ بیان، میں کچھ بھی سمجھ نہیں پا رہا، آخر ہو کیا رہا ہے فارس ماموں؟"

وہ ہاشم کی بتائی گئی معلومات جو عین زمر کے بیان کے بعد منظر عام پہ لائی گئی تھیں، دہراتا گیا۔ آخر میں اس کی بے بسی جھنجھلاہٹ جیسے برہمی میں بدلنے لگی۔ ہاشم واپس آگیا تھا اور اب خاموشی سے کرسی پہ بیٹھا تھا۔

فارس نے اب کے غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔ "تم یہ کہنا چاہ رہے ہو کہ میں جھوٹ بول رہا ہوں، میں بکواس کر رہا ہوں، ہاں!"

"میں صرف اتنا پوچھ رہا ہوں۔۔۔ کیا آپ نے پھپھو کو کال کی تھی؟"

"میں نے کسی کو کوئی کال نہیں کی۔ میں میڈم سے ایسی بات کیسے کر سکتا ہوں کہ میں انہیں گولی مارنے والا ہوں! ربش! گولی مارنے سے پہلے کون بتاتا ہے؟"

اس نے اشتعال سے سر جھٹکا، جیسے بس نہ چل رہا ہو اس میز کو اٹھا کر سعدی کے اوپر دے مارے۔

سعدی اک دم رک کر اسے دیکھنے لگا۔ اجنبی عجیب نظروں سے۔

"میڈم کون؟"

"تمہاری پھپھو اور کون!" فارس اکھڑا اکھڑا سا بولا۔

"آپ زمر کو میڈم کہتے ہیں رائٹ؟" اس کے ذہن میں جیسے الارم بج رہا تھا۔ قدرے پرجوش سا ہو کر وہ آگے کو ہوا۔

"لیکن زمر نے جو بیان دیا ہے، اس میں انہوں نے بتایا کہ آپ نے انہیں "زمر" کہہ کر مخاطب کیا ہے۔ مگر آپ کبھی پھپھو کا نام نہیں لیتے، مجھے یاد ہے، آپ ہمیشہ ان کو میڈم کہتے تھے۔"

"اوہ ڈیم!" ہاشم نے کراہ کر گویا آنکھیں بند کیں۔ اسکرپٹ لکھنے میں ذرا سی غلطی کتنی تباہ کن ثابت ہو سکتی تھی؟

فارس نے ہلکے سے شانے اچکائے۔ "اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟" وہ ابھی تک سعدی کی بات کا مطلب نہیں سمجھا تھا۔

سعدی تیزی سے کھڑا ہوا۔ "میں جانتا ہوں آپ نے کچھ نہیں کیا۔ آپ سچ کہہ رہے ہیں، آپ نے واقعی انہیں کوئی کال نہیں کی۔ آپ فکر مت کریں۔"

اس نے تسلی دینے والے انداز میں فارس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا۔ ہاشم بھی اٹھ کھڑا ہوا۔ "میں باہر انتظار کر رہا ہوں تمہارا!" اور باہر نکل گیا۔

"ہاشم بھائی آپ کو بہت جلد یہاں سے نکال لیں گے۔"

"ہاں" فارس نے استہزائیہ سر جھٹکا "ہاشم اور میرے لیے کوشش کرے گا! کبھی بھی نہیں! وہ جو کر رہا ہے، وہ بھی صرف دکھاوے کے لیے ہے۔ میں اس کو جانتا ہوں، اپنا مطلب نہ ہو تو وہ کسی کی مدد نہیں کرتا۔" سعدی نے متعجب سا ہو کر اسے دیکھا۔

"وہ ان پہلے لوگوں میں تھے جنہوں نے آپ کی بے گناہی پہ یقین کیا تھا، کم از کم ان کے بارے میں آپ کو اتنا منفی نہیں ہونا چاہیے۔ آپ تسلی رکھیں، ہاشم بھائی آپ کو بہت جلد رہا کروا لیں گے۔"

فارس شاکی سا کچھ بیٹھا کر چپ ہو گیا۔ اس کی آنکھوں میں پچھلے چند دن سے چھپایا ملال اور کرب اب شدید غصے میں ڈھل رہا تھا۔ آخر زمر نے اس پر اتنا بڑا الزام کیا سوچ کر لگایا ہے! وہ اچھی طرح جانتی تھی کہ فارس قتل نہیں کر سکتا، یا شاید وہ کسی اور کی جگہ اس کا نام لے رہی تھی، شاید وہ کسی اور کو کور کر رہی تھی۔ پتا نہیں اس نے سر جھٹکا۔ سعدی اب باہر جا رہا تھا، اسے جلد از جلد پھپھو سے ملنا تھا۔

☆ ☆ ☆

جب رات کے پردے سے پھر رات نکل آئے
اس وقت کدھر جائے، جو اہل نظر ہوگا

ہسپتال کے کمرے میں وہی دوائیوں کی بو پھیلی تھی زمر بدستور اسی طرح لیٹی تھی۔ اس کی ویران نگاہیں چھت پر تھیں۔ ذہن میں جانے کیا چل رہا تھا۔ سعدی جب اندر آیا تو دیکھا، زمر کا چہرا پہلے سے بہت زیادہ مرجھایا ہوا اور رنگت ہلدی کی مانند لگ رہی تھی۔ اس کا ٹوٹا ہوا دل مزید ٹوٹ گیا۔ وہ قریب آیا، زمر نے چونک کر اسے دیکھا۔ وہ مسکرائی نہیں مگر کوئی امید سی اس کی آنکھوں میں چمکی۔

"کیا ہوا؟" اس نے دو لفظی استفسار کیا۔

"پولیس نے ماموں کو گرفتار کر لیا ہے۔" اس نے سنجیدگی سے کہتے ہوئے زمر کے تاثرات دیکھے۔ زمر کی آنکھوں میں کرب اترا اور ساتھ ہی گردن میں ابھر کر ڈوبتی گلٹی سی نظر آئی۔ سعدی مزید قریب آیا، یہاں تک کہ اس کے کندھے کے ساتھ آکھڑا ہوا۔ زمر اب نگاہیں پوری اٹھا کر اس کو دیکھ رہی تھی۔

"سعدی! اس نے مجھ پر گولی چلائی، میں نے خود سنا۔ تمہیں مجھ پہ یقین ہے نا؟"

چند گھنٹے پہلے پولیس آفیسرز کے سامنے سپاٹ، سنجیدہ اور مضبوط سی پراسیکیوٹر اب بہت کمزور لگ رہی تھی، اس کے انداز میں بے بسی تھی، خوف بھی مکڑی کے جالے کا سامان تھا معلوم نہیں کب ٹوٹ

جاتا۔ سعدی نے اسے سنجیدگی سے دیکھا۔

"فارس غازی نے آپ سے کیا کہا تھا فون پہ؟"

"اس نے مجھے کہا کہ وہ مجھے صرف ایک گولی مارے گا۔"

"نہیں، مجھے ان کے الفاظ بتائیے' ایک ایک لفظ!"

زمر کی آنکھوں میں چمکتی امید مزید گہری ہوئی' مکڑی کے جالے کا سامان مضبوط ہوا۔ وہ پہلے سے زیادہ پر اعتماد ہو کر بولی۔

"اس نے کہا میں صرف تمہیں ایک گولی ماروں گا زمر' دل میں اور......"

"مگر فارس غازی نے آپ کو کبھی آپ کے نام سے نہیں پکارا' وہ ہمیشہ آپ کو میڈم کہتے تھے۔"

وہ ایک دم بالکل رک کر تعجب سے اسے دیکھنے لگی۔

"فارس غازی نے آپ کو کوئی کال نہیں کی تھی' آپ کو فارس نے گولی نہیں ماری تھی' ان کو سیٹ اپ کیا گیا ہے۔ کچھ تو ہے جو آپ چھپا رہی ہیں۔ پلیز مجھے سب کچھ بتائیے' ایک ایک بات!"

زمر بالکل متحیری اس کو دیکھے گئی' بنا پلک جھپکے' جیسے سانس تک رک گیا ہو۔

"سعدی! تم کہہ رہے ہو کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں!"

"میں کہہ رہا ہوں کہ آپ کچھ چھپا رہی ہیں۔"

"صرف اس بنیاد پر کہ وہ مجھے میرے نام سے نہیں پکارتا تھا! اس نے گولی بھی تو مجھ پر پہلی دفعہ ہی چلائی تھی بہت ساری چیزیں پہلی بار ہی ہوتی ہیں۔"

"وہ جھوٹ نہیں بول رہے' انہوں نے آپ کو کوئی کال نہیں کی۔ آپ بتائیں' کچھ ہے جو آپ چھپا رہی ہیں۔ آپ وارث ماموں کے ٹارگٹ کیس کی فائلز نکلوا رہی تھیں۔ کیا آپ کسی کو کور کر رہی ہیں؟ کیا کوئی آپ کو یہ سب کہنے پہ مجبور کر رہا ہے؟" یہ خدشہ ہاشم نے راستے میں ظاہر کیا تھا یونہی سرسری سا مگر سعدی کے ذہن میں اس نے جڑ پکڑ لی۔

زمر کے دل پہ کسی نے پیر رکھ دیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں گلابی سی نمی اتری۔ لب بھینچ گئے۔

"تم یہ کہہ رہے ہو کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں۔"

"زمر! آپ مجھے سب کچھ سچ کیوں نہیں بتاتیں؟" اس کی آواز بلند ہونے لگی تھی۔

"تمہیں معلوم ہے سعدی! وہ کیا تکلیف ہے جو میں نے پچھلے کچھ دنوں میں سہی ہے؟ میرے گردے ضائع ہو گئے ہیں' میرا باپ مفلوج ہو گیا ہے' میری زندگی کی ساری امیدیں ٹوٹ گئی ہیں' میں کبھی نارمل نہیں ہو سکوں گی' ایسے وقت میں بھی تمہیں لگ رہا ہے کہ میں جھوٹ بول رہی ہوں' تمہیں فارس زیادہ قابل اعتبار لگ رہا ہے! کیا تم مجھے نہیں جانتے؟" وہ متحیر' بے یقین تھی۔

"میں آپ کو جانتا ہوں اسی لیے کہہ رہا ہوں آپ کوئی بات مجھے نہیں بتا رہیں' آپ کچھ چھپا رہی ہیں' کہیں نہ کہیں کچھ غلط ہے۔ علیشا کہہ رہی ہے' حنین کہہ رہی ہے' ماموں ان کے ساتھ تھے' انہوں نے کوئی کال نہیں کی' وہ تین لوگ جھوٹ نہیں بول رہے۔" وہ ناراضی سے اسے دیکھ کر تیزی سے بولا۔

زمر کے ابرو غصے سے اکٹھے ہوئے۔ اس نے کہنیوں کے بل قدرے اٹھنے کی کوشش کی۔

"ہاں ٹھیک ہے' وہ سب سچ بول رہے ہیں' ایک میں جھوٹ بول رہی ہوں۔ تمہیں نہیں کرنا میرا اعتبار مت کرو۔ لیکن میں دنیا کی ہر عدالت میں جا کر اس کے خلاف گواہی دوں گی۔ میں پوری دنیا کو بتاؤں گی کہ کس طرح اس نے میرے اوپر گولی چلائی' اپنی بیوی کو مارا' اپنے بھائی کو مارا' میری زندگی برباد کر دی!"

سعدی نے غصے سے مٹھیاں بھینچ لیں۔

"آپ کو پتا ہے' آپ کا سب سے بڑا مسئلہ کیا ہے زمر؟ جب آپ کے دماغ کی سوئی ایک بات پہ اٹک جاتی ہے تو پھر وہ وہاں سے نہیں ہٹ سکتی' آپ اس کے آگے پیچھے ہر قسم کی سوچ کا دروازہ خود پہ بند کر لیتی ہیں۔ ہو سکتا ہے' آپ بالکل سچ کہہ رہی ہوں۔"

"ہو سکتا ہے؟ تمہیں میرے سچ بولنے میں شک ہے!" وہ بے یقینی سے غرائی تھی۔

"لیکن زمر! میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ کوئی تیسری چیز بھی ہو سکتی ہے۔ آپ کیوں ٹھنڈے دل سے اس بات پہ نہیں سوچتیں۔ ایک دفعہ فارس غازی کو بے گناہ تصور کر کے سوچیں۔ ہو سکتا ہے کسی نے انہیں پھنسایا ہو۔ یہ سب ایک سیٹ اپ ہو اور کچھ بھی نہ ہو۔ آپ ایک دفعہ...... صرف ایک دفعہ اپنے مفروضات کو پیچھے کیوں نہیں کر لیتیں؟ اگر واقعی آپ کسی کے دباؤ میں نہیں ہیں تو۔"

"مفروضات!" وہ چلائی تھی "میں کتنی دفعہ کہہ چکی ہوں میں نے اس کی آواز سنی ہے' اس کا فون آیا تھا مجھے' اس نے مجھ پہ گولی چلائی' میں فارس کی آواز کو پہچانتی ہوں' میں جانتی ہوں وہ فارس ہی تھا۔ ہر چیز کی سینس بنتی ہے سوائے اس کے کہ تم میری بات سننا نہیں چاہتے' تمہیں مجھ پہ اعتبار نہیں ہے۔ ٹھیک ہے سعدی! مت کرو مجھ پر اعتبار لیکن ایک وقت آئے گا جب عدالت اس کو سزا سنائے گی اور جب وہ مجرم ثابت ہو گا اور وہ خود اعتراف جرم کرے گا۔ تب میں تم سب کے چہرے دیکھنا چاہوں گی۔ تم' حنین' بھابی' کوئی بھی میری بات پہ یقین نہیں کر رہا۔ میں جانتی ہوں' لیکن تم لوگ دیکھو گے' ضرور دیکھو گے!"

تیز تیز بول کر وہ ہانپنے لگی تھی۔ سر تکیہ پہ گرا لیا۔ سعدی خفگی سے پیچھے ہوا۔

"ایک یہی سب سے بڑا مسئلہ ہے آپ کا۔ آپ کسی دوسرے کی کوئی بات سمجھتی نہیں ہیں۔ آپ سمجھنے کے لیے بات نہیں سنتیں' آپ جواب دینے کے لیے بات سنتی ہیں' آپ اپنے خیالات میں اتنی فکسڈ ہو جاتی ہیں کہ آپ کسی نئے تصور کے لیے اپنا ذہن کھلا نہیں رکھتیں۔ آپ کو خود بھی پتا ہے کہ آپ غلط کہہ رہی ہیں مگر......" اور زمر کے لیے یہ بہت تھا۔

"نکل جاؤ میرے کمرے سے! ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلے جاؤ۔ مجھے اکیلا چھوڑ دو۔ مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی۔" اس نے چلاتے ہوئے بازو اٹھا کر کے دروازے کی طرف اشارہ کیا۔ سعدی بھی غصے سے کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ وہ اتنی ضدی کیوں ہو رہی تھی۔ وہ اس کی بات کیوں نہیں سمجھ پا رہی تھی۔

"آپ کو صرف اس بات کا غصہ ہے کہ میں نے آپ کو یہ کیس لینے کے لیے کیوں کہا۔ یہ کہ اس کیس کی وجہ سے آپ کی شادی ڈیلے ہو رہی تھی۔ آپ اس کیس کا غصہ فارس ماموں پہ نکال رہی ہیں اور کوئی بات نہیں ہے۔ آپ ایک دفعہ پھر وہی کر رہی ہیں۔ ان کی بیوی کا قتل ہوا ہے' ان کے بھائی کا قتل ہوا ہے' ہمارا خاندان تباہ ہو چکا ہے اور آپ اپنی ضد کو لے کر بیٹھی ہوئی ہیں۔ زمر! آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟"

"نکل جاؤ میرے کمرے سے اور دوبارہ مت آنا۔ میں تمہاری شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی اس وقت۔ جاؤ سعدی!" وہ زور سے چلائی۔

(باقی آئندہ ماہ)